Www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان

راولپنڈی

ماہنامہ کشمیرالیوم

(رجسٹرڈ)

جلد نمبر20، شمارہ نمبر5، دسمبر 2022ء، جمادی الاول رجمادی الثانی ۱۴۴۴ھ

مجلس مشاورت

متین فکری

عرفان صدیقی | حامد میر

سرور منیر راؤ | رُباب عائشہ | عاصم قدیر رانا

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب

آزاد جموں وکشمیر : غازی محمد اعظم

سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی

جموں : وجے کمار رینا

لداخ : جعفر حسین علوی

لندن : انوار الحق

نیو یارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابوحماد

کمپوزنگ :

منیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف

معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

اس شمارے میں

اداریہ	یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے!!!	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	3
گرداب	اسرائیل کو کشمیر تک رسائی	سید عارف بہار	4
اظہار خیال	کشمیر میں ہائیبرڈ عسکریت پسندی	غلام اللہ کیانی	6
مکتوب دہلی	آرایس ایس کی مغرب میں پذیرائی	افتخار گیلانی	8
گوشہ اسلام	مسیح الدجال۔۔۔دجال کون!!!	ڈاکٹر عبدالرؤف	11
فکرونظر	ایک + آٹھ کلبھوشن جادیو؟	منصور جعفر	13
تحقیق	یورپ کا مسلم اکثریتی ملک: البانیہ	پروفیسر ساجد	15
فکرودانش	رجیم چینج کا منصوبہ!!	راجہ ذاکر خان رعادل وانی	17
شخصیات	اکبرالہ آبادیؒ	ڈاکٹر ساجد خاکوانی	19
نقش وخیال	مجلس خواتین فکروخیال	شہزاد منیر احمد	21
افسانہ	آنگن کی چڑیا	سعید اختر اعظمی	24
آئینہ	بھارتی زندان اور عالمی قوانین	محمد احسان مہر	27
جہاں نما	گھڑی 98ہزار پونڈ میں نیلام	مانیٹرنگ ڈیسک	28
کشمیر کے شب وروز	مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان معرکے۔۔۔	ہمایوں قیصر	31

ماہنامہ کشمیر الیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے، جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز

مقامِ اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

Regd. No. 885

Mails. B/NPR-234

قیمت 40روپے، سالانہ زرتعاون 400روپے

خط وکتابت اور رابطہ کیلئے: دفتر ماہنامہ ''کشمیر الیوم'' NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڈ راولپنڈی Kashmirulyoum2014@gmail.com, 051-4934369

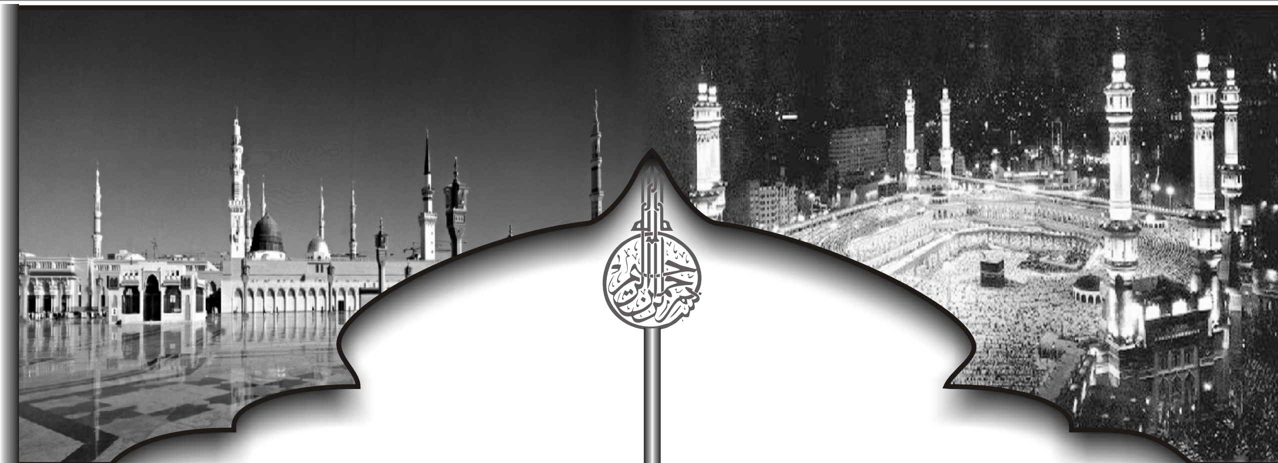

القرآن

اللہ اپنے ماننے والوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا ہے!!!

نوحؑ پر وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے بس وہ لا چکے، اب کوئی ماننے والا نہیں ہے۔ ان کے کرتوتوں پر غم کھانا چھوڑ و اور ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنانی شروع کردو۔ اور دیکھو، جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حق میں مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا، یہ سارے کے سارے اب ڈوبنے والے ہیں۔ نوحؑ کشتی بنا رہا تھا اور اس کی قوم کے سرداروں میں سے جو کوئی اس کے پاس سے گزرتا تھا وہ اس کا مذاق اڑاتا تھا۔ اس نے کہا اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنس رہے ہیں، عنقریب تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر وہ بلا ٹوٹ پڑتی ہے جو ٹالے نہ ٹلے گی۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور وہ تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا ’’ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو، اپنے گھر والوں کو بھی۔۔۔ سوائے ان اشخاص کے جن کی نشان دہی پہلے کی جا چکی ہے۔۔۔۔ اس میں سوار کرا دو اور ان لوگوں کو بھی بٹھا لو جو ایمان لائے ہیں۔‘‘ اور تھوڑے ہی لوگ تھے جو نوحؑ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ نوحؑ نے کہا ’’سوار ہو جاؤ اس میں، اللہ ہی کے نام سے ہے اس کا چلنا بھی اور اس کا ٹھہرنا بھی، میرا ربّ بڑا غفور و رحیم ہے‘‘۔ کشتی ان لوگوں کو لیے چلی جا رہی تھی اور ایک ایک موج پہاڑ کی طرح اٹھ رہی تھی۔ نوحؑ کا بیٹا دور فاصلے پر تھا۔ نوحؑ نے پکار کر کہا بیٹا، ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ، کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ اس نے پلٹ کر جواب دیا ’’میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔‘‘ نوحؑ نے کہا ’’آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے۔‘‘ اتنے میں ایک موج دونوں کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ بھی ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔

سورہ ہود آیت نمبر 36 تا 43 تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الحدیث

حقوق العباد میں کوتاہی، سخت ہلاکت کا باعث

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جس آدمی پر بھی اپنے (مسلمان) بھائی کا اس کی عزت و آبرو سے متعلق یا کسی اور چیز سے متعلق کوئی حق ہو (یعنی اس کی بے عزتی کر کے یا کوئی اور زیادتی کر کے اس پر ظلم کیا ہو) تو اسے چاہیے کہ آج ہی (دنیا میں) اس کا ازالہ کر کے اس حق سے عہدہ برآ ہو جائے، قبل اس کے کہ وہ دن ہو آ جائے جس میں (ازالے کے لیے) کسی کے پاس دینار و درہم نہیں ہوں گے۔ (اور وہاں ازالے کی صورت یہ ہوگی کہ) اگر اس کے پاس عمل صالح ہوں گے تو وہ اس کے ظلم کے بہ قدر لے لیے جائیں گے (اور مظلومین میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔) اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے ساتھی (صاحب حق) کی برائیاں لے کر اس پر لاد دی جائیں گی۔‘‘ (بخاری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کی گئی دست درازیاں، اگر انہیں دنیا میں معاف نہیں کروالیا گیا یا ان کی تلافی نہ کی گئی تو آخرت میں اس کا معاملہ نہایت خطرناک ہوگا جیسا کہ اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ اس لیے حقوق العباد میں کوتاہی، جس کی انسان پروا نہیں کرتا، سخت ہلاکت کا باعث ہے۔

حاکم کے لئے حضور ﷺ کا فرمان

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے مکان کے اندر سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے، کہ اے اللہ! جس شخص کو میری امت کا کسی کام کا حاکم اور نگران بنایا گیا ہو، اور وہ میری امت پر مشقت کا معاملہ اختیار کرے تو بھی اس کو مشقتوں میں مبتلا کر دے، اور جو شخص میری امت کے کسی کام کا عہدہ دار ہو، اور وہ ان پر نرمی کرے، تو تو بھی اس پر نرمی کر (مسلم)۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے!!!

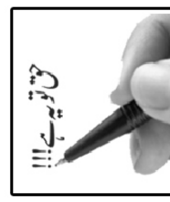

تاریخ گواہ ہے کہ کسی منظّم اور مربوط کشمیر پالیسی کے نہ ہونے کے نتیجے میں بھارتی پالیسی سازوں نے ہر موقع پر پاکستانی حکمرانوں کو ہزیمت اٹھانے پر مجبور کر دیا اور وہ اس دوران ریاست کشمیر پر اپنی گرفت بھی مضبوط کرتے رہے۔زیادہ دور نہیں جائیں گے سابق صدر مشرف کا ہی دور دیکھتے ہیں۔ یہ وہی مشرف صاحب ہیں جنہوں نے اقتدار سنبھالنے سے صرف کچھ مہینے پہلے معروف صحافی حامد میر کو بتایا تھا کہ اگر مجھے مسند اقتدار پر بیٹھنے کا کبھی موقع ملا تو صرف کچھ دنوں کے اندر اندر میں بھارت سے کشمیر چھین لوں گا۔کارگل کے اس ہیرو نے جب اقتدار سنبھالا تو 2001 میں انڈیا کا دورہ کیا اور وہاں آگرہ کے مقام پر بھارتی قیادت کے ساتھ کشمیر پر مذاکرات کئے۔ مذاکرات صرف ایک نقطے پر اٹک گئے کہ بھارت یہ ضمانت چاہتا تھا کہ پاکستان اپنی سرزمیں بھارت کے خلاف استعمال نہ ہونے دے۔سید پرویز مشرف کیلئے اس وقت یہ قبول کرنا مشکل تھا کیونکہ اس کا اطلاق کشمیری حریت پسندوں پر ہوتا تھا۔لیکن آگے جا کر ان صاحب کو وہی پسند آیا جو آگرہ میں بڑا ہی ناگوار گذرا تھا۔ بقول اقبال۔ جو تھا نا خوب بتدریج وہی خوب ہوا۔۔ کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر۔۔ جس جدوجہد کو وہ مقدس جہاد کہہ کے تھکتے نہیں تھے اب وہی جدوجہد اس کی نظروں میں دہشت گردی بن چکی تھی۔اس شخص نے اب جارج بش،شیراک،ٹونی بلیر کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔پھر یکسر صورتحال بدلنے لگی۔۔23 نومبر 2003ءکو وزیر اعظم پاکستان مسٹر ظفر اللہ خان جمالی نے بھارت کو کنٹرول لائن پر سیز فائر کی پیشکش کی۔ جسے بھارت نے قبول کیا اور باقاعدہ 25 نومبر 2003ءکو سیز فائر کے نفاذ کا اعلان ہوا۔حیرت کی بات یہ ہے کہ 17 جولائی 1972ءکو دونوں ممالک کے درمیان سیز فائر ہوا تھا اور جسکے نتیجے میں سیز فائر لائن کا وجود عمل میں آیا تھا اور کشمیر دو حصوں میں بٹ کر رہ گیا اور وہی سیز فائر لائن 11 ،دسمبر 1972ءکو کنٹرول لائن میں تبدیل ہوئی تھی۔تب سے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان نہ کوئی جنگ ہوئی اور نہ ہو رہی تھی تو اب سیز فائر کا کیا مطلب تھا۔۔۔25 اکتوبر 2004ء،11 رمضان المبارک کو اس وقت کے وفاقی وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد نے جنرل صاحب کو افطاری پر بلایا۔اس موقع پر شوکت عزیز سمیت کئی وفاقی وزراء اور چند معروف صحافی بھی مدعو تھے۔کسی کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ صدر صاحب مسئلہ کشمیر جیسے اہم ایشو پر۔۔افطاری کے موقع پر تفصیلی بریفنگ دیں گے اور بلا کسی جھجک اقوام متحدہ کی قراردادوں سے ہٹ کر کشمیر کو سات خطوں میں تقسیم کرنے اور پھر ان پر پاک بھارت مشترکہ کنٹرول کرنے کا فارمولہ بھی پیش کریں گے۔4 دسمبر 2006ءکو جنرل مشرف نے بھارتی ٹی وی (این ڈی ٹی وی) کو انٹرویو دیتے ہوئے کشمیر کے بارے میں اپنے منصوبے کا باقاعدہ اعلان کیا۔اس منصوبے میں آزادی کشمیر کے سوا سب کچھ موجود تھا۔فوجی انخلا،سیلف رول،مشترکہ کنٹرول اور غیر متعلقہ سرحدیں۔اب بقول پروفیسر خورشید احمد "اگر حالیہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ برس فروری میں اچانک کمانڈروں کی سطح پر فائر بندی کی یادداشت پر دستخطوں نے تو ہر کسی کو حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا تھا۔جنگی صورتحال سے دوچار ملکوں کے درمیان ایسے سنگین معاملات حکومتی سطح پر طے کیے جاتے ہیں،لیکن یہاں پر عسکری سطح پہ مذاکرات اور معاملہ فہمی کی گئی۔ہم نے اسی وقت خبردار کیا تھا کہ یہ محض بھارتی چال ہے، جس سے وہ پاکستان کے اندر غلط فہمی کو ہوا دے گا اور وقت گزاری کے بعد، برابر اپنے ایجنڈے پر نہ صرف قدم آگے بڑھائے گا بلکہ جب چاہے گا کشمیر میں قتل و غارت سے دریغ نہیں کرے گا’’۔بات صرف اسی حد تک محدود نہیں رہی۔ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں کہ "پاکستان اور بھارت کے درمیان فروری 2021ءکی نام نہاد ’فوجی معاملہ فہمی‘ کے صرف تین ماہ بعد پاکستان کے سپہ سالار صاحب نے بھارت کے ساتھ ’ماضی کو بھلا کر‘ معاملات میں آگے بڑھنے کا نظریہ (doctrine) پیش کیا۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے ’ماضی کو بھلا کر؟‘۔۔۔بھارت نے جموں وکشمیر میں مسلسل قتل وغارت اور درندگی و بہیمیت کا ارتکاب کیا ہے اور مسلسل کیے جا رہا ہے۔کوئی دن ایسا نہیں جاتا، جب معصوم کشمیری نوجوان شہید نہ ہو رہے ہوں"۔بقول معروف کشمیری صحافی نعیمہ مہجور " کشمیریوں کے لیے یہ بھی ایک المیہ ہے کہ اگر ماضی کو بھول بھی جائیں تو 5 اگست 2019 کے بعد جو کچھ کشمیر میں ہو رہا ہے کیا اس کو بھول سکتے ہیں؟ ریاست کے خاتمے کے بعد اب مسلم کردار پر شب خون مارنے کی پالیسی جاری ہے۔کیا اس پر بھی آنکھ بند کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے؟ جناب باجوہ اس بات سے واقف ہیں کہ سن 47 کے بعد کشمیریوں کے پاس اگر کچھ بچا تھا تو وہ تخیل کی حد تک ہی سہی،بس اندرونی خودمختاری تھی جس کی رو سے وہ اپنی زمین، جائیداد، پرچم، آئین، زبان، تعلیم اور صحت جیسے بنیادی معاملات پر اپنا ذرا سا اختیار رکھتے تھے حالانکہ اس آرٹیکل کو بھی اندر سے کھوکھلا بنا دیا گیا تھا۔اب اگر ماضی کو بھولنے کی صلاح ہے کیا کشمیری اپنی مخصوص شناخت کو بھی بھول جائیں؟"

اب حالات اس حد تک پہنچے ہیں کہ خانقاہ معلّٰی کی دیوروں پر اوم نمش شوا لکھا جاتا ہے۔جامع مسجد سری نگر بند پڑی ہوئی ہے۔گھر واپسی کے نام پر کشمیری مسلمانوں کو واپس ہندومت اختیار کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔سلامتی کونسل کے دفتر سے مسئلہ کشمیر کو ہمیشہ کیلئے نکال دینے کی سازش تیار کی جا چکی ہے۔پوری وادی کو غزہ بنانے کی ہر ممکنہ کوششیں اور اقدامات کئے جا رہے ہیں اور وکیل ماضی کے بھلانے کے فلسفے پر گامزن ہے۔وقت کا تقاضہ ہے کہ کشمیر کو غزہ بنانے کی کوششوں کا توڑ کیا جائے۔ایک دفعہ بھارتی شدت پسند قیادت اپنے منصوبے میں کامیاب ہوئی پھر نہ صرف مقبوضہ کشمیر بلکہ اس خطے کو بھی اس زد میں آنے سے کوئی روک نہیں سکے گا۔بقول اقبال یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے۔۔ ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات۔بہتر ہے کہ ایک سجدے کو گراں نہ سمجھا جائے۔یہی سجدہ ہزار سجدوں سے نجات دلائے گا۔۔۔ان شاءاللہ

اسرائیل کو کشمیر تک رسائی

سید عارف بہار

امریکی یہودی کمیٹی ''اسرائیل امریکن جیوش کمیٹی'' کا ایک وفد بھارتی وزیر خارجہ ایس جے شنکر کے ساتھ ملاقات کرکے اسرائیل اور بھارت کے درمیان تعاون کے نئے امکانات اور راستوں پر بات چیت کررہا تھا۔تو عین انہی لمحوں میں دہلی میں اسرائیلی سفارت خانے کے زرعی اتاشی یائر ایشیل کنٹرول لائن کے قریب دوزرعی فارموں کا دورہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اسرائیل مقبوضہ کشمیر میں بھارت اسرائیل زرعی منصوبے کے تحت دوسینٹر آف ایکسیلنس کھولنے کے لئے تیار ہے۔ہم اپنی جدید ٹیکنالوجی جموں وکشمیر کے کسانوں کو دینے کو تیار ہیں ۔بھارتیہ جنتا پارٹی نے اسرائیل کی طرف سے زرعی شعبے میں دلچسپی کا خیرمقدم کیا ہے۔اسرائیل اور بھارت کے درمیان کھلے تعلقات کا آغاز تیس سال قبل ہوا تھا اور نریندر مودی کے دور میں یہ تعلقات بلندیوں کی انتہا پر پہنچ گئے ۔مودی نے ان تعلقات کو باضابطہ اونرشپ دی اور وہ اسرائیل کا دورہ کرنے والے پہلے بھارتی وزیراعظم بنے۔بات یہیں پر ختم نہ ہوئی۔۔ نریندر مودی نے اس دورے میں فلسطینیوں کومکمل طور پر نظر انداز کیا اور رملہ کا دورہ کرنے سے قطعی احتراز کیا۔یہ اس بات کا پیغام تھا اب بھارت فلسطینی عوام کی تحریک اور مستقبل کے بارے میں بھارت کا بیانیہ مکمل طور پر قبول کر چکا ہے اور اس فریم میں فلسطینیوں کی الگ حیثیت یا ریاست کا کوئی تصور نہیں

اسرائیل اور بھارت کے درمیان کھلے تعلقات کا آغاز تیس سال قبل ہوا تھا اور نریندر مودی کے دور میں یہ تعلقات بلندیوں کی انتہا پر پہنچ گئے ۔مودی نے ان تعلقات کو باضابطہ اونرشپ دی اور وہ اسرائیل کا دورہ کرنے والے پہلے بھارتی وزیراعظم بنے۔بات یہیں پر ختم نہ ہوئی۔۔ نریندر مودی نے اس دورے میں فلسطینیوں کومکمل طور پر نظرانداز کیا اور رملہ کا دورہ کرنے سے قطعی احتراز کیا۔یہ اس بات کا پیغام تھا اب بھارت فلسطینی عوام کی تحریک اور مستقبل کے بارے میں بھارت کا بیانیہ مکمل طور پر قبول کر چکا ہے اور اس فریم میں فلسطینیوں کی الگ حیثیت یا ریاست کا کوئی تصورنہیں

۔پانچ اگست کو بھارت نے مقبوضہ کشمیر کی الگ حیثیت پر جھپٹا مارا تو مغرب کی خاموش تماشائی کی حیثیت اور کردار کی پرتیں

اب کھلتی جا رہی ہیں ۔ بھارت نے کشمیر میں اپنے راستے کے تمام قانونی اور آئینی بیریئرز اکھاڑ پھینکتے ہوئے دنیا کے چند طاقتور ملکوں کو بتایا تھا کہ وہ انہیں کسی نہ کسی انداز میں اس نئی حاصل کردہ سپیس میں شریک کرے گا ۔ان میں سرفہرست اسرائیل تھا جبکہ عرب دنیا کا دوسرا نمبر تھا۔یہی وجہ ہے کہ پانچ اگست کے قدم کے خلاف عرب دنیا نہ صرف خاموش رہی بلکہ پاکستان اور عمران خان کو ایسے ہی صبر کی تلقین کرتی رہی جس ''صبر وتحمل'' کا مظاہرہ انہوں نے فلسطین میں کیا تھا۔صبر وتحمل کی اس تلقین پر پاکستان اور عرب ملکوں کے درمیان تلخی کا ماحول بھی بنا اور پاکستان کے وزیراعظم نے کوالالمپور کانفرنس کا فیصلہ کیا اور وزیرخارجہ شاہ محمود قریشی نے ہم خیال ملکوں کا او آئی سی سے ہٹ کر ایک نیا پلیٹ فارم بنانے کی دھمکی دی۔عرب ملکوں کے پیروں تلے سے زمین سرکنے ہی لگی تھی کہ پاکستان کو اندر سے مجبور کرکے کوالالمپور کانفرنس میں شرکت سے روک دیا گیا۔اب عربوں کو تو محض کشمیر میں شراکت داری کا لولی پاپ ہی دیا گیا ہے اصل شراکت اسرائیل ہے ۔اسرائیل فلسطینیوں کی زمین انچوں گزوں اور ایکڑوں میں ہتھیانے کا مجرم ہے ۔اسرائیل نے پہلا کام ہی یہ کیا تھا کہ فلسطینیوں سے منہ مانگے داموں زمینیں خریدی گئیں جب یہودیوں کی آبادی ان علاقوں میں بڑھ گئی تو یہودی اکابرین کے اعلان بالفوز پر عمل درآمد کے اگلے مرحلے کا آغاز ہوا اور بین الاقوامی طاقتیں اسی موقع کی تاک میں تھیں اور انہوں نے بیرونی مدد کرکے اسرائیل کی ریاست

قائم کر دی۔ بعد میں فلسطینی در بہ در ہوتی چلے گئے اور ان کی زمینوں پر اسرائیلی بستیاں تعمیر ہوتی رہیں۔ آج فلسطین ایک نقطہ ہے اور اسرائیل ایک بڑا دائرہ ہے۔ بھارت اور اسرائیل کے درمیان فوجی تعاون تو تیس برس سے جاری ہے اور یہ تعاون 1990 میں اس وقت بے نقاب ہوا تھا جب کشمیری حریت پسندوں نے جھیل ڈل میں ایک شکارے پر حملہ کر کے اسرائیلی کمانڈوز کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ سیاحوں کے روپ میں کمانڈوز تھے جنہوں نے حریت پسندوں کو ٹف ٹائم دیا تھا۔ بعد میں یہ تعلق مختلف واقعات کی صورت میں عیاں ہوتا چلا گیا۔ اب بھارت کشمیریوں کی زمینیں ہتھیانے اور انہیں اقلیت میں بدلنے کے لئے اسرائیل کے تجربات سے استفادہ کرنا شروع کر دیا گیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ کشمیریوں کی زمینیں عرب باشندوں کے ناموں سے یا انہیں آگے رکھ کر خریدی یا استعمال میں لائی جائیں مگر اس کے پیچھے حقیقت میں اسرائیل اور بھارت ہی ہوں گے۔ بھارت نے پانچ اگست کے فیصلے کے ذریعے متروکہ املاک کے نام پر مختلف جنگلوں اور دوسرے مواقع پر نقل مکانی کرنے والے مسلمانوں کی زمینوں کا کنٹرول اور حق ملکیت حاصل کر لیا ہے فی الحال تو انہیں نئی زمینیں حاصل کرنے کی ضرورت نہیں مگر ہتھیائی گئی زمینوں کو ماڈل بستیاں یا باغ بنانے کے بعد کشمیر کے دوسرے زمینداروں کو بھی اپنی طرف دیکھنے اور شراکت داری قبول کرنے پر مجبور کریں گے۔ اسی لئے کشمیر کی سب سے بڑی صنعت سیب کو حیلوں بہانوں سے تباہ کیا جا رہا ہے تا کہ باغوں کے مالکان نئے تجربات کے نام پر بھارت اور اسرائیل کی شراکت داری قبول کریں۔ اونٹ کو خیمے میں سر دینے تک مشکل ہوتی ہے یہ کام ایک بار ہو گیا تو پھر خیمہ اس کے سر پر ہوتا ہے۔

☆☆☆

بھارت اور اسرائیل کے درمیان فوجی تعاون تو تیس برس سے جاری ہے اور یہ تعاون 1990 میں اس وقت بے نقاب ہوا تھا جب کشمیری حریت پسندوں نے جھیل ڈل میں ایک شکارے پر حملہ کر کے اسرائیلی کمانڈوز کو گرفتار کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ سیاحوں کے روپ میں کمانڈوز تھے جنہوں نے حریت پسندوں کو ٹف ٹائم دیا تھا۔ بعد میں یہ تعلق مختلف واقعات کی صورت میں عیاں ہوتا چلا گیا۔ اب بھارت کشمیریوں کی زمینیں ہتھیانے اور انہیں اقلیت میں بدلنے کے لئے اسرائیل کے تجربات سے استفادہ کرنا شروع کر دیا گیا ہے

جناب سید عارف بہار آزاد کشمیر کے معروف صحافی دانشور اور مصنف ہیں۔ کئی پاکستانی اخبارات اور عالمی شہرت یافتہ جرائد میں لکھتے ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر کی ترجمانی کا الحمد للہ پورا حق ادا کر رہے ہیں۔ کشمیرالیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

کشمیر میں ہائیبرڈ عسکریت پسندی، بھارت نے کشمیریوں کی نسل کشی کا نیا فارمولہ ایجاد کر لیا

کشمیری نوجوانوں کو دوران حراست قتل کرنے کے بعد کسی کے قتل میں ملوث قرار دیا جاتا ہے

بھارت کو سوشل میڈیا سے شکایت ہے کہ اس سے بھارت مخالف بیانیہ مضبوط ہوا، بڑے پیمانے پر بنیاد پرستی اور بیگانگی بڑھ گئی

غلام اللہ کیانی

مقبوضہ کشمیر میں ہائبرڈ مجاہدین کے قتل اور گرفتاریوں کا سلسلہ جاری ہے۔انہیں گرفتاریوں کے بعد فرضی جھڑپوں میں شہید کیا جارہا ہے۔سجاد احمد تانترے نامی 'ہائبرڈ' نوجوان نے گرفتاری کے بعد جنوبی کشمیر کے بیج بہاڑہ قصبہ میں موجود ایک پناہ گاہ کا پتہ دیا تو قابض فورسز اُسے لے کر وہاں پہنچیں۔علاقے کا کریک ڈاؤن کیا گیا۔ وہاں موجود مجاہدین نے فائرنگ کی۔جس سے سجاد زخمی ہوگیا۔ہسپتال پہنچانے پر ڈاکٹروں نے اسے مردہ قرار دے دیا۔قابض بھارتی فورسز کے اس طرح کے دعوے گزشتہ تین دہائیوں سے سنائی دیتے ہیں۔حراست کے دوران سجاد نے اعتراف کیا تھا کہ اس نے غیر قانونی طور پر حاصل کی گئی پستول سے نومبر میں غیر کشمیری مزدوروں پر فائرنگ کی تھی جس میں اتر پردیش کا رہنے والا ایک مزدور چھوٹو پرساد مارا گیا جبکہ دوسرا زخمی ہوا۔یہ دعویٰ بھی روایتی ہے کہ کسی نہتے کشمیری نوجوان کو دوران حراست قتل کرنے کے بعد اسے کسی کے قتل میں ملوث قرار دیا جاتا ہے۔قابض فورسز نے ایک ماہ میں جنوبی کشمیر میں اس طرح قتل ہونے والا یہ دوسرا نوجوان ہے۔19 اکتوبر کو شوپیان ضلع میں عمران بشیر گنائی کو بالکل ایسے ہی قابض فورسز نے قتل کر دیا۔ پولیس نے تب بھی دعویٰ کیا کہ 'ہائیبرڈ ملی ٹنٹ' (یعنی جز وقتی عسکریت پسند) عمران فورسز کی تلاشی پارٹی کے ہمراہ تھا اور پناہ گاہ میں موجود عسکریت پسندوں کی فائرنگ سے ہلاک ہوگیا۔عمران پر الزام لگایا گیا کہ اُس نے غیر مقامی مزدوروں پر گرینیڈ پھینکا تھا جس کے نتیجہ میں دو مزدور ہلاک ہوگئے تھے۔

قابض فورسز کی حراست میں نہتے نوجوان کو قتل کرنے کے بعد الزام مجاہدین پر ڈالا جا رہا ہے۔قابض بھارتی فوج کے محاصرے میں ایک شہری کو مجاہدین نے کیسے قتل کر دیا۔کشمیریوں کو ہائیبرڈ ملی ٹنٹ ہونے کے الزام میں قتل کر کے ایک ہی کہانی دوہرائی جارہی ہے جس میں ایک مبینہ ملی ٹنٹ کو ہائیڈ آوٹ پر لے جایا جاتا ہے اور وہاں پراسرار حالات میں وہ گولی لگنے سے مرجاتا ہے۔مقبوضہ کشمیر کی سابق وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی کا آبائی علاقہ بیج بہاڑہ ہے۔ وہ سوال کرتی ہیں کہ کہیں یہ بھارت کی پنجاب کی طرح کیچ اینڈ کل (پکڑو اور مار دو) پالیسی تو نہیں۔مودی کے صوبہ گجرات کی اسمبلی انتخابات نزدیک آرہے ہیں اور یہ واقعات ہورہے ہیں۔

قابض بھارت نے 'ہائیبرڈ ملی ٹنٹ' یا جز وقتی عسکریت پسندی کی نئی اصطلاح استعمال کی ہے۔مبصرین کہتے ہیں کہ تین سال قبل مقبوضہ جموں کشمیر کی نیم خودمختاری ختم کرنے کے بعد کئی نئی اصطلاحات سامنے آئیں جن میں 'ہائیبرڈ ملی ٹنٹ' بھی ایک ہے۔قابض فورسز نے کئی ماہ پہلے دعویٰ کیا تھا کہ کشمیر میں نئے طرز کی شورش شروع ہوگئی ہے جس میں کم سن لڑکوں کو سوشل میڈیا کے ذریعہ ورغلایا جاتا ہے، انھیں ہتھیاروں کا پتہ دیا جاتا ہے اور وہ کسی شخص کو قتل کرنے کے بعد ہتھیار واپس اسی جگہ پر رکھ دیتے ہیں اور دوبارہ اپنے معمول کے کام کاج میں مصروف ہوجاتے ہیں۔یہ بیان کشمیر پولیس سے دلایا گیا۔اس پولیس کے اعلیٰ افسران ہندو انتہا پسند ہیں۔مسلمان پولیس افسران کو دیوار سے لگادیا گیا ہے۔

قابض پولیس یا ٹاسک فورس انھیں 'پارٹ ٹائم ملی ٹنٹ' بھی قرار دیتی ہے۔فورسز ایسے ہی عسکریت پسندوں کو عام شہریوں، غیر مسلم اور غیر مقامی مزدوروں کی ہلاکت کے لئے ذمہ دار قرار دیتی ہے۔پولیس کہتی ہے کہ ہائی برِڈ ملی ٹنٹ کوئی مطلوبہ عسکریت پسند نہیں ہوتا اور وہ عام شہری کی طرح زندگی گزارتا ہے لیکن مخصوص اوقات میں پرتشدد کارروائی انجام دیتا ہے۔جموں کشمیر پولیس کے سربراہ دلباغ سنگھ نے حالیہ دنوں 'ہائیبرڈ ملی ٹینسی' کو ایک نیا چیلنج قرار دیا اور کہا 'اس نئی صورتحال

قابض بھارت نے 'ہائیبرِڈ ملی ٹنٹ' یا جز وقتی عسکریت پسندی کی نئی اصطلاح استعمال کی ہے۔مبصرین کہتے ہیں کہ تین سال قبل مقبوضہ جموں کشمیر کی نیم خودمختاری ختم کرنے کے بعد کئی نئی اصطلاحات سامنے آئیں جن میں 'ہائیبرِڈ ملی ٹنٹ' بھی ایک ہے۔قابض فورسز نے کئی ماہ پہلے دعویٰ کیا تھا کہ کشمیر میں نئے طرز کی شورش شروع ہوگئی ہے جس میں کم سن لڑکوں کو سوشل میڈیا کے ذریعہ ورغلایا جاتا ہے، انھیں ہتھیاروں کا پتہ دیا جاتا ہے اور وہ کسی شخص کو قتل کرنے کے بعد ہتھیار واپس اسی جگہ پر رکھ دیتے ہیں اور دوبارہ اپنے معمول کے کام کاج میں مصروف ہوجاتے ہیں۔یہ بیان کشمیر پولیس سے دلایا گیا۔اس پولیس کے اعلیٰ افسران ہندو انتہا پسند ہیں۔مسلمان پولیس افسران کو دیوار سے لگا دیا گیا ہے

سے نمٹنے کے لئے سابق عسکریت پسندوں یا تشدد اور پتھراؤ کے الزام میں جیل کاٹ چکے افراد پر کڑی نظر رکھی جا رہی ہے۔

1990 میں کشمیر میں بھارت کے خلاف مسلح جدوجہد شروع ہوئی تو مجاہدین کا باقاعدہ تنظیمی ڈھانچہ ہوتا تھا۔ مسلح کمانڈرز اکثر پریس کانفرنس کرتے تھے، باضابطہ بیانات میڈیا کے لئے جاری کرتے تھے اور اخباروں میں اشتہارات بھی دیتے تھے لیکن 21ویں صدی کے آغاز سے یہ سلسلہ ختم ہوگیا اور ایک دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔2014 کے بعد کشمیر کے نوجوان روپوش ہوکر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہونے کا اعلان سوشل میڈیا پر کرتے تھے۔ایسے ہی برہان وانی اور ان کے 11 ساتھیوں کی تصویریں اور ویڈیوز بھی فیس بک پر وائرل ہو گئیں۔ اگلے چند سال کے دوران فورسز نے برہان اور اُس کے سبھی ساتھیوں کو شہید کر دیا۔2019 میں جموں کشمیر کی نیم خودمختاری کے خاتمے کے ساتھ ہی سیکورٹی مجاہدین روپوش ہونے کے بعد سوشل میڈیا پر بھی کھل کر سامنے نہیں آتے۔ بھارتی سیکورٹی ماہرین اسے کشمیر کی شورش کا تیسرا مرحلہ کہتے ہیں۔ جموں کشمیر کے قابض لیفٹیننٹ گورنر منوج سنہا نے گزشتہ ماہ جموں میں ایک تقریب سے خطاب کے دوران کہا کہ ہڑتال اور پتھراو اب تاریخ بن چکے ہیں۔سکیورٹی فورسز نے عسکریت پسندوں کو ختم کیا ہے اور جو بچے ہیں ان کا قافیہ تنگ ہے لیکن اب نوجوان لڑکوں کو گمراہ کرکے ہائیبرِڈ ملی ٹنٹ بنایا جا رہا ہے اور ہم نے انھیں ڈی ریڈیکلائز کرنے کے لیے ہمہ جہتی مہم چھیڑ دی ہے۔اس مہم کے تحت ہی قابض بھارت نہتے کشمیریوں کو قتل کر رہا ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں گزشتہ 20 ماہ کے دوران 55 شہریوں کے قتل، جن میں زیادہ تر عام شہری، اقلیتیں اور غیر مسلح پولیس اہلکار شامل ہیں، 70 فیصد سے زیادہ فورسز کی طرف سے 'ہائبرڈ عسکریت پسندوں ' سے منسوب کر دیئے گئے۔ گزشتہ برس سرینگر کے چھتہ بل علاقہ میں 24 سالہ نوجوان ماجد احمد گوجری کو پستول سے چھ گولیاں مار کر موٹر سائیکل سوار فرار ہو گئے۔ گوجری کے گرنے کے بعد، دونوں افراد اپنے نوعمر ڈرائیور کی گیٹ وے موٹر سائیکل پر واپس چڑھ گئے اور فرار ہوگئے۔ بھارتی وزارت داخلہ کے اعداد و شمار کے مطابق، جنوری اور جولائی 2019 کے درمیان قابض فورسز پر پتھر پھینکنے کے واقعات 618 سے کم ہو کر 2020 میں 222 اور 2021 میں 76 رہ گئے تھے۔شاید بھارت اسی وجہ سے نہتے شہریوں کو قتل کرنے میں مصروف ہے تا کہ اس کی فورسز کا کشمیر میں موجودگی کا جواز رہے۔

1990 کی دہائی کے برعکس، جب مجاہدین میں مہمان مجاہدین بھی شامل تھے، گزشتہ آٹھ سال میں عسکریت پسندی تیزی سے گھریلو بنی ہوئی تھی، جس میں سوشل میڈیا کا ایک اہم کردار تھا۔ بھارت کو سوشل میڈیا سے شکایت ہے کہ اس سے بھارت مخالف بیانیہ مضبوط ہوا، بڑے پیمانے پر بنیاد پرستی اور بیگانگی بڑھ گئی۔ بھارت خوفزدہ ہے۔ بی جے پی کشمیر کی تحریک کو اپنے حق میں موڑنے اور سیاسی فائدے حاصل کرنے میں مصروف ہے۔اقلیتوں اور نہتے شہریوں کو قتل کرنے سے بھارت ہی مقامی اور عالمی سطح پر فائدہ اٹھا رہا ہے۔ مودی حکومت شہری ہلاکتوں کی آڑ میں انتخابات میں مہم جوئی کرتی ہے اور رائے عامہ کو اپنے حق میں کشمیر کے حالات کو ہتھیار کے بطور استعمال کیا جا رہا ہے۔ گجرات اس کی مثال ہے۔

کشمیریوں کو طاقت کے بل پر زیر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مودی اور اس کے قریبی لوگ قتل عام کی پالیسی پر یقین رکھتے ہیں۔انہوں نے کشمیریوں کا قتل عام تیز کرنے کے لئے ہی ہائبرڈ ملی ٹینسی کی اصطلاح کا اختراع کیا ہے۔ اگرچہ بھارتی جارحیت اور فریب کاری بڑھ گئی ہے۔اس کے ساتھ ہی مجاہدین بھی جدوجہد کو سائنسی بنیادوں پر جاری رکھنے کے متمنی ہیں۔ وہ گوریلا جنگ کا طریقہ کار سمجھ چکے ہیں۔ اگر یہ جنگ کشمیر کے بجائے بھارت کے اندر شروع ہوگئی تو بھارتی سالمیت اور طاقت کا غرور خطرے میں پڑ جائے گا۔

☆☆☆

غلام اللہ کیانی معروف کشمیری صحافی، دانشور اور کالم نگار ہیں۔ کشمیرالیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں۔

ہندوانتہا پسند تنظیم آرایس ایس کی مغرب میں پذیرائی

بی جے پی کی طاقت کا اصل سرچشمہ اور نکیل ہندوقوم پرستوں کی مربیٗ تنظیم آرایس ایس کے پاس ہے

برطانیہ میں رونما ہونے والے فسادات سے عندیہ ملتا ہے کہ ہندوتوا نظریہ نے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوں میں جگہ بنا کر بھارت کی سرحدیں عبور کرلی ہیں

2001 سے 2019 تک سنگھ سے وابستہ سات تنظیموں نے امریکہ میں 158.9 ملین ڈالرا کھٹے کئے، جس میں اکثر رقم بھارت میں نفرت پھیلانے میں خرچ کی گئی

افتخار گیلانی

یہ کوئی اتفاق نہیں تھا کہ برطانوی شہر لیسٹر میں جب ستمبر میں اس ملک کی تاریخ کا پہلا ہندو۔مسلم فساد برپا ہوا، اس سے قبل ہندوانتہا پسندوں کی مربی تنظیم راشٹریہ سیویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے کئی لیڈران اس ملک کے دورے پر تھے۔اس فساد کا طریق واردات اسی طرح کا تھا، جس طرح عام طور پر بھارت میں فرقہ وارانہ فسادات برپا کروانے کیلئے کیا جاتا ہے۔یعنی کہ مسلم علاقوں سے زبردستی جلوس نکلوا کر جان بوجھ کر اشتعال انگیز نعرے لگوا کر مسلمانوں کو ردعمل کرنے کیلئے مجبور کروانا۔صحافت میں اپنے تیس سالہ کیرئیر میں، میں نے کئی فسادات کور کئے ہیں۔کم وبیش سب کی کہانیاں ایک جیسی ہی ہوتی تھیں۔کبھی رام نومی، تو کبھی گنیش تو بھی کسی اور جلوس کو زبردستی مسلم علاقوں سے گزارنا، یا کسی مسجد کے پاس عین نماز کے وقت اس جلوس کو روک کر بلند آواز میں ڈی جے بجانا وغیرہ۔ایک اور اتفاق یہ ہوتا تھا، کہ اس جلوس یا فساد سے قبل اسی شہر یا علاقے میں آر ایس ایس یا اس سے وابستہ کسی تنظیم کا اجتماع ہوتا تھا اور واردات کے وقت پولیس غائب ہوجاتی تھی، تاکہ فسادیوں کو کھل کا کھیلنے کا موقع دیا جائے۔پولیس کی آمد کا وقت بھی اس بات پر منحصر ہوتا ہے، کہ فساد میں کس کا پلڑا بھاری ہورہا ہے، اور پھر موقع پر پہنچ کر مسلمانوں کو ہی غضب کا نشانہ بناتی ہے۔ایک سینئر پولیس آفیسر وبھوتی نارائین رائے نے جو ایک مصنف بھی ہیں، فسادات میں بھارتی پولیس کے رویہ پر ڈاکٹریٹ کیلئے تھیسیس لکھی ہے۔

بھارت میں جیتند نارائین کمیشن سے لیکر سری کرشنا کمیشن تک یعنی فسادات کی تحقیق کیلئے جتنے بھی کمیشن یا کمیٹیاں آج تک بنی ہیں، ان سب نے آرایس ایس یا اس سے وابستہ کسی نہ کسی تنظیم کو قتل و غارت یا لوٹ مار کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔مگر کیا کریں یورپی ممالک کا، جو آج کل ویزا حاصل کرنے والوں سے لمبی

چوڑی ضمانتیں اور بیان حلفی لیتے ہیں کہ ان کا تعلق کسی انتہا پسند تنظیم کے ساتھ ہے، نہ وہ کسی بنیاد پرست سوچ یا کسی ایسی تنظیم کی حمایت کرتے ہیں، مگر نہ جانے کیوں انہوں نے ہندو انتہا پسند تنظیموں کو اس زمرے سے خارج کیا ہوا ہے۔میں نے دیکھا ہے کہ متعدد تجزیہ کار کئی بار بھارت کی حکمران بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کو یورپ کی دائیں بازو کی قدامت مگر غیر فرقہ پرست جماعتوں یعنی جرمنی کی کرسچن ڈیموکریٹ یا برطانیہ کی ٹوری پارٹی سے تشبیہ دیتے ہیں۔مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ بی جے پی کی کمان اسکے اپنے ہاتھوں میں نہیں ہے۔اسکی طاقت کا اصل سرچشمہ اور نکیل ہندوقوم پرستوں کی مربیٗ تنظیم آرایس ایس کے پاس ہے، جو بلاشبہ فی الوقت دنیا کی سب سے بڑی خفیہ تنظیم ہے، جس کے مالی وانتظامی معاملات کے بارے میں بہت ہی کم معلومات منظر عام پر ہیں۔

چند برس قبل تو برطانیہ کی ہندو ممبر پارلیمنٹ پریتی پٹیل کا ایک خط منظر عام پر آیا تھا، جس میں اس نے آرایس ایس کے جائنٹ سیکریٹری دتا رے ہوشبولے کی برطانیہ آمد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے، برطانوی حکومت سے درخواست کی تھی، کہ ان کا استقبال کیا جائے۔آرایس ایس کی بیرون ملک شاخ ہندو سیوا سنگھ یعنی ایچ ایس ایس نے ہوشبولے کو لندن میں ایک پروگرام RSS: A Vision in Action – a new Dawn کی صدارت کرنے کیلئے مدعو کیا تھا۔یہ ممالک 2014 سے قبل تک تو وزیراعظم نریندر مودی، جو تب تک گجرات صوبہ کے وزیر اعلیٰ تھے، کو ویزا نہیں دیتے تھے، آجکل آرایس ایس اور اسکی ضمنی تنظیموں کے لیڈران کی پذیرائی کرتے نظر آتے ہیں۔حیرت کا مقام ہے کہ مغرب نے جس فاشسٹ نظریہ کو 1945 میں شکست دیکر ایک جمہوری، لبرل اور تکثیری معاشرہ کو تشکیل دینے میں کامیابی حاصل کی، حتیٰ کہ کئی ملکوں میں اس معاشرہ کو قابل قبول بنوانے کیلئے فنڈنگ سے لیکر فوجی چڑھائی بھی کی، آخر کس طرح بھارت میں پنپتے فاشزم سے اس نے نہ صرف آنکھیں موند لی ہیں، بلکہ اپنے ملکوں میں بھی اس نظریہ کی تبلیغ کی اجازت دے کر اس سے وابستہ

لیڈروں کو گلے بھی لگا رہے ہیں۔ خیر برطانیہ میں رونما ہونے والے ان فسادات سے عندیہ ملتا ہے کہ ہندوتو نظریہ نے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوں میں جگہ بنا کر بھارت کی سرحدیں عبور کر لی ہیں۔ برطانیہ میں بھارتی نژاد آبادی کل آبادی کا 2.5 فیصد اور پاکستانی نژاد 1.5 فیصد ہے۔ امریکہ میں 2.7 ملین بھارتی نژاد آبادی ہے۔ میکسیکن کے بعد یہ شاید تارکین وطن کی یہ سب سے بڑی آبادی ہے اور یہ خاصے تعلیم یافتہ اور اعلیٰ عہدوں پر براجماں ہیں۔

آر ایس ایس کی دیگر شاخیں یعنی ویشو ہندو پریشد (وی ایچ پی) بھی ان ملکوں میں خاصی سرگرم ہے، اور یاد رہے کہ یہ تنظیم 1992 میں بابری مسجد کی مسماری میں شامل تھی۔ جس کی وجہ سے اس پر بھارت میں کچھ سال تک پابندی بھی لگی تھی۔ اس دوران جب پولیس اور دیگر تفتیشی اداروں نے اس کے دفاتر کی دہلی اور دیگر شہروں میں تلاشی لی، تو معلوم ہوا کہ بابری مسجد کی مسماری کیلئے فنڈنگ ہی یورپ اور خلیجی مما لک سے آئی تھی۔ دراصل وی ڈی ساوارکر، جس نے اصل میں دوقومی نظریہ کی بنیاد رکھی تھی اور جو ہندوتوا نظریہ کے خالق ہیں، نے ہندوں پر زور دیا تھا کہ وہ نئی زمینیں تلاش کر کے ان کو نو آبادیوں میں تبدیل کریں۔ ان کو رہ رہ کر یہ خیال ستاتا تھا کہ مسلمان اور عیسائی دنیا کے ایک وسیع رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہندو صرف جنوبی ایشیا میں بھارت اور نیپال تک ہی محدود ہیں۔ اپنی کتاب Essentials of Hindutva میں وہ آر ایس ایس کے اکھنڈ بھارت کے فلسفہ سے ایک قدم آگے جا کر عالمی ہندو نظام یا سلطنت کی وکالت کرتے ہیں۔ ایک صدی بعد اسوقت آر ایس ایس اور اسکی ذیلی تنظیمیں اس نظریہ کو عملاً نافذ کروانے کا کام کر رہی ہیں۔ گو کہ یہ تنظیمیں یورپ میں 1960 سے ہی کام کرتی ہیں، مگر ان کا دائرہ 2014 میں مودی کے برسر اقتدار میں آنے کے بعد وسیع اور فعال ہو گیا۔

آر ایس ایس، ایچ ایس ایس اور دیگر تنظیمیں اب 48 مما لک میں سرگرم ہیں۔ امریکہ میں ایچ ایس ایس نے 32 ریاستوں میں 222 شاخیں قائم کی ہیں اور اپنے آپ کو ہندو فرقہ کے نمائندہ کے بطور پیش کیا ہوا ہے۔ متحدہ امارات اور دیگر خلیجی مما لک میں بھی وہ سرگرم ہیں۔ ابھی حال ہی میں آر ایس ایس کی تھنک ٹینک انڈیا فاونڈیشن کے ذمہ داروں نے ترکیہ کا دورہ کر کے وہاں حکومتی شخصیات اور تھنک ٹینک کے ذمہ داروں سے بات چیت کی، جو کہ نہایت ہی چونکا کردینے والا واقعہ ہے اور اس کا نوٹس لینے کی اشد ضرورت ہے۔ آر ایس ایس افریقی

ملک کینیا کے اندر بھی کافی مضبوط حالت میں ہے۔ کینیا کی شاکھاؤں کا دائرہ کار پڑوسی مما لک تنزانیہ، یوگنڈا، موریشش اور جنوبی افریقہ تک پھیلا ہوا ہے اور وہ ان مما لک کے ہندوؤں پر بھی اثر انداز ہو رہے ہیں۔

دلچسپ بات یہ کہ ان کی پانچ شاخیں مشرق وسطیٰ کے مسلم مما لک میں بھی ہیں۔ چوں کہ عرب مما لک میں جماعتی اور گروہی سرگرمیوں کی کھلی اجازت نہیں ہے اس لئے وہاں کی شاخیں خفیہ طریقے سے گھروں تک محدود ہیں اور اکثر یوگا کے نام پر اجتماع منعقد کرتے ہیں۔ فن لینڈ میں ایک الیکٹرونک شاخ ہے جہاں ویڈیو کیمرے کے ذریعے بیس مما لک کے افراد جمع ہوتے ہیں۔ یہ مما لک وہ ہیں جہاں پر آر ایس ایس کی باضابطہ شاخیں موجود نہیں ہے۔

امریکی تنظیم کی ایک رپورٹ Hindu Nationalist Influence in the United States, 2011-2021 ... میں بتایا گیا کہ 2001 سے 2019 تک سنگھ سے وابستہ سات تنظیموں نے امریکہ میں 158.9 ملین ڈالر اکھٹے کئے، جس میں اکثر رقم بھارت میں نفرت پھیلانے میں خرچ کی گئی۔ تیرہ ملین ڈالر تو ایک تنظیم FOUNDATIONCIVILIZATION کو دیے گئے، تاکہ امریکی یونیورسٹیوں میں تحقیقی کاموں پر اثر انداز ہوں۔ ٹیکس گوشواروں کے مطابق ایک تنظیم او ہیرائی فاونڈیشن نے امریکی ریاستوں میں نصابی کتابوں اور اساتذہ کی ٹریننگ پر چھ لاکھ ڈالر خرچ کئے ان میں سے ڈیڑھ لاکھ ڈالر کیلی فورنیا کے اسکولوں پر خرچ کئے گئے۔ اسی تنظیم نے سان ڈیاگو اسٹیٹ یونیورسٹی کو تحقیق کے لیے کم از کم $68,000 دیے۔ جس میں سکھ مت، جین مت، بدھ مت اور ہندومت کی چار دھرم روایات میں کام کرنے والے اسکالرز کے بارے میں معلومات کا ڈیٹا بیس بنانے کا ایک پروجیکٹ بھی شامل تھا۔ امریکی محکمہ انصاف کے مطابق کئی تنظیموں کو بھارتی حکومت نے ہر ماہ پندرہ ہزار سے 58 ہزار ڈالر مختلف امریکی اداروں میں لابی کرنے کیلئے دیے۔ امریکہ میں سرگرم سنگھ سے وابستہ 24 تنظیموں نے اپنے گوشواروں میں 97.7 ملین ڈالر اثاثے ظاہر کئے ہیں، جس میں ویشو ہندو پریشد کی امریکی شاخ کے پاس 5.3 ملین ڈالر تھے۔ نومبر 2020 کو سنگھ نے دیوالی منانے کیلئے ایک ورچوئل جشن منعقد کیا جس میں سان فرانسسکو علاقہ کے آٹھ میئرز اور دیگر منتخب افراد نے شرکت کی، جن میں کارلا براو?ن (پلیزنٹن)؛ سنجے گیہانی (فوسٹرسٹی)؛ باربرا ہالیڈے

(ہیورڈ)؛ میلیسا ہربینڈز (ڈبلن)؛ ڈیوہڈسن (سان رامون)؛ للّی میئی (فریمونٹ)؛ ایلین ایل ناگی (نیوارک)؛ اور باب ووم (لیورمور) شامل تھے۔ سال 2001-2012 کے درمیان سنگھ سے منسلک پانچ اداروں ایکل ودیالیہ فاؤنڈیشن آف یو ایس اے، انڈیا ڈیولپمنٹ اینڈ ریلیف فنڈ، پرم شکتی پیٹھ، سیوا انٹرنیشنل، امریکہ کی وشو ہندو پریشد کے ذریعے امریکہ سے 55 ملین ڈالر بھارت منتقل کئے گئے۔ یہ سبھی تنظیمیں بھارت میں اقلیتوں پر حملوں اور سماجی پولرائزیشن کی خلیج وسیع کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

بھارتی تارکین وطن کا دوغلا پن کس حد تک ظاہر ہوتا ہے کہ جن ممالک میں یہ رہتے ہیں وہاں وہ لبرل اور جمہوری نظام کے نقیب اور اقلیتوں کے محافظ کے بطور اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ مگر بھارت میں ان کا رویہ اس کے برعکس رہتا ہے۔ مغرب یا خلیجی ممالک میں وہ غیر سرکاری تنظیموں کو کام کرنے کی آزادی کے خواہاں ہیں، مگر بھارت میں مودی حکومت کی طرف سے انسانی حقوق و دیگر 250 تنظیموں پر بیرون ملک سے فنڈ حاصل کرنے پر پابندی لگانے کی حمایت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل جیسے ادارے کے اثاثے بھارت میں منجمد کردیے گئے۔ کسی اور ملک میں اس طرح کا قدم تو عالمی پابندیوں کو دعوت دینے کا مترادف تھا۔ بھارتی تارکین وطن اور سفارت کار دنیا بھر میں موہن داس کرم چند گاندھی المعروف مہاتما گاندھی کو مورال کمپاس یا آئیکن کے بطور پیش کرتے ہیں، مگر اپنے ملک کے اندر گاندھی کے قاتل ناتھو رام گوڈسے اور اس قتل کے منصوبہ سازوں، جن میں ویر ساوارکر اور آر ایس ایس سے وابستہ افراد بھی شامل ہیں، کی پذیرائی کرتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں بھارتی فلم ایکٹریس پرینکا چوپڑا نے جو اقوام متحدہ کی ایک اعزازی سفیر بھی ہے، ایرانی خواتین کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ حجاب نہ پہننے کیلئے ان کو انتخاب کی آزادی ہونی چاہئے، مگر بس چند ماہ قبل ہی بھارت میں حجاب پہننے پر جس طرح مسلم لڑکیوں کو نشانہ بنایا گیا اور ان کے نام تک اسکولوں سے کاٹ دیے گئے اور کئی کو تو امتحان ہالوں میں داخلہ نہیں دیا گیا، تو ان کے آزادی انتخاب پر ان کے لبوں کو جنبش بھی نہیں ہوئی۔

کانگریس پارٹی کی بیرون ملک شاخ کے ایک لیڈر کمل دھالیوال کے مطابق جو طالب علم آجکل بھارت سے یورپ یا

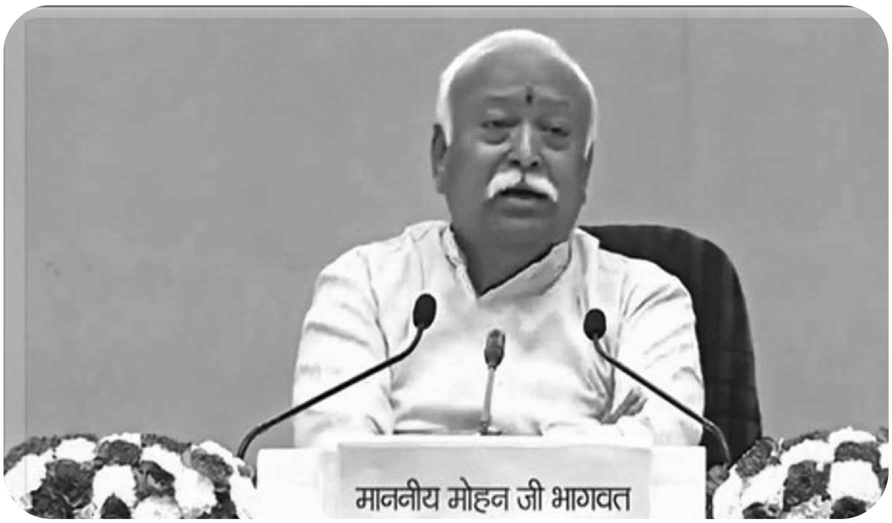

امریکہ کی درسگاہوں میں آتے ہیں، لگتا ہے کہ جیسے ان کی برین واشنگ کی گئی ہو۔ صحافی رہنی سنگھ کو دیے ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا کہ ایسا لگتا ہے کہ نظریاتی طور پر ان کی پرورش ہندو قوم پرستی کے خول میں ہوئی ہے اور وہ اس نظریہ کو اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں، جس میں مسلمانوں کے ساتھ نفرت کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ ان میں سے تو ہر کوئی بھارت سے چلنے والے کسی نہ کسی واٹس ایپ گروپ کا ممبر ہوتا ہے، جہاں اقلیتوں کے خلاف روزانہ ہرزہ سرائی کی جاتی ہے۔

معروف مصنف اور قانون دان اے جی نورانی کی 500 صفحات پر مشتمل ضخیم تصنیف The RSS: A Menace to India میں بتایا گیا ہے کہ اس تنظیم کی فلاسفی ہی فرقہ واریت، جمہوریت مخالف اور فاشزم پر ٹکی ہے۔ سیاست میں چونکہ کئی بار سمجھوتوں اور مصالحت سے کام لینا پڑتا ہے اسلئے اس میدان میں براہ راست کودنے کے بجائے اس نے 1951 میں جن سنگھ اور پھر 1980 میں بی جے پی تشکیل دی۔ بی جے پی پر اسکی گرفت کے حوالے سے نورانی کا کہنا ہے کہ آر ایس ایس کی ایما پر اسکے تین نہایت طاقت ور صدور ماولی چندرا شرما، بلراج مدھوک اور ایل کے ایڈوانی کو برخاست کیا گیا تھا۔ ایڈوانی کا قصور تھا کہ 2005 میں کراچی میں اس نے بانی پاکستان محمد علی جناح کے مزار پر حاضری دیکر انکو ایک عظیم شخصیت قرار دیا تھا۔ مصنف کی دلیل ہے کہ جو افراد بی جے پی کو یورپ کی قدامت پسند جماعتوں کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں، وہ اس پارٹی کی تاریخ اور تنظیم سے واقف نہیں ہیں۔ ان کیلئے عرض ہے "کہ آپ پوپ کو کبھی پروٹسٹنٹ نہیں بنا سکتے ہیں۔ تنظیم کی فلاسفی اور بنیاد ہی فرقہ وارانہ خطوط پر ٹکی ہے۔"

2019 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے اسوقت کے وزیر اعظم عمران خان نے دنیا کو آر ایس ایس اور اس کے عزائم سے خبردار کیا تھا۔ اس تقریر نے اس قدر اثر کیا تھا کہ آر ایس ایس کے سربراہ کو پہلی بار دہلی میں غیر ملکی صحافیوں کے کلب میں آکر میٹنگ کرکے وضاحتیں دینی پڑی۔ ورنہ آر ایس ایس کا سربراہ کبھی میڈیا کے سامنے پیش نہیں ہوتا ہے۔ مگر شاید پاکستانی حکمرانوں کی تقدیر میں گفتار کے غازی کا ہونا ہی لکھا ہے یا وہ صرف بس ایونٹ مینجمنٹ پر یقین رکھتے ہیں۔ تقریر کے بعد واہ واہی لوٹ کر خوش ہو جاتے ہیں۔ اپنی تقریر کا فالو اپ کرنے کی بھی ان کو توفیق نصیب نہیں ہوتی ہے۔ کیا وقت نہیں آیا ہے کہ مغرب کو بتایا جائے کہ جس فاشزم کو انہوں نے شکست دی تھی، وہ کس طرح ان کی چھتر چھایا میں دوبارہ پنپ رہا ہے اور جلد ہی امن عالم کیلئے ایک شدید خطرہ ثابت ہوسکتا ہے؟

مسیح الدجال:

ڈاکٹر عبدالروٗف

مسلمانوں کے ہاں دجال کے لیئے مسیح الدجال کی اصطلاح کا استعمال

جیسے کے پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ یہ ایک ذومعنی اصطلاح ہے جس کا مختلف مذاھب اپنے عقیدے کے مطابق مطلب لیتے ہیں۔ یہودی اپنے عقیدے کے مطابق اور عیسائی اپنے عقیدے کے مطابق۔

ہم مسلمانوں کے ہاں بھی اس بڑے دجال کو مسیح الدجال کا نام دیا جاتا ہے۔اس کی وجہ مسلمانوں کا وہ عقیدہ ہے جو احادیث میں فتنہ دجال کو ایک شخصی مثال کے طور پر personify کر کہ بیان کیا گیا ہے۔کہ دجال اکبر کی ایک آنکھ یا منہ کے دو حصوں میں سے ایک حصہ مسیح ہے یا ایک آبرو مسیح شدہ یعنی مٹا ھوا ہے۔یا وہ ایک آنکھ یا ایک رخ سے دیکھتا ہے یعنی کانا ہے اور مسخ شدہ حصے کو "ممسوح" کہا جاتا ہے۔ اس لئے اس مناسبت سے اسے مسلمانوں کے ہاں مسیح الدجال (چہرے کا ایک مسح شدہ حصہ والا یا مسح شدہ آنکھ والا دجال) کہا جاتا ہے۔

بقول (محمد ابن العثیمین)

ہذہ اللفظۃ تطلق علی الصّدّیق وعلی الضّلّیل الکذاب،

فالمسیح عیسی بن مریم علیہ السلام الصدیق،

والمسیح الدجال: الضلیل الکذاب، فخلق اللہ المسیحین أحدہما ضد الآخر:

فعیسٰی علیہ السلام مسیح الہدی، یبرء الأکمہ والأبرص ویحی الموتی بإذن اللہ . والدجال-لعنہ اللہ- مسیح الضلالۃ یفتن الناس بما یعطاہ من الآیات کإنزال المطر ، وإحیاء الأرض بالنبات وغیرہما من الخوارق

وسمی الدجال مسیحا لأن إحدی عینیہ ممسوحۃ ،أولأنہ یمسح الأرض فی أربعین یوما، والقول الراجح ہو الأول لما جاء فی الحدیث الذی رواہ مسلم (إن الدجال ممسوح العین) رواہ ابن ماجۃ

ممسوح کا اصطلاحی مطلب ہے ایسا فتنہ بھی ہے کہ " تمام بھلائیوں، نیکیوں اور خیر و برکت کی باتوں سے بالکل بعید، نا آشنا اور ایسا کہ جیسے اس پر کبھی ان چیزوں کا سایہ بھی نہ پڑا ہو" یا سرتاپا دجل سے عبارت شخصیت۔۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ایک حدیث میں ارشاد ھے کہ

"الدجال ممسوح العین"

اصل سوال:

دجال کون ہے؟؟، اس کی نشانیاں اور پہچان کیا ہوگی؟؟ وہ کب آئے گا؟؟ اور کہاں آئے گا؟؟ کتنا عرصہ باقی ہے؟؟ ابھی تک دنیا کو تاراج کرنے میں دجال کے راستے میں کیا رکاوٹیں ھیں۔دجال کا طریقہ اتنا خفیہ کیوں؟؟

یہ وہ سوالات ہیں جو ہر اس شخص کے ذہن میں آتے ہیں جو دجال کے متعلق کچھ جانتا ہے۔تا کہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ وہ دور دجال سے کتنا دور ہے،اور اگر دجال اس کی زندگی میں اجائے تو وہ اسے کس طرح پہچان کر اس سے بچ سکتا ہے۔آگے چل کر ہم انہی سوالات کے جوابات جاننے کی کوشش کریں گے۔

یاد رہے کہ آئیندہ تحریروں میں یہود، دجال اور شیطان اور طاغوت کے الفاظ مشترک معنوں میں استعمال ہوں گے۔

کیوں کہ یہ ایک ہی حقیقت کے کئی روپ ہیں۔

دجال کون ہے؟؟

کہنے کو دجال کے بارے میں سننا یا پڑھنا ایک دلچسپ میدان ہے۔اور ہر قاری کوشش کرتا ہے کہ اس کے پاس اس طرح کی معلومات موجود ہوں۔اور وہ چاہتا ہے کہ دو اور دو چار کی طرح اسے پتہ چل جائے کہ دجال کون ہے اور کہاں ہے؟؟؟ لیکن میرے نزدیک یہ اتنا آسان کام نہیں جتنا دکھتا ہے۔

اس کو سمجھنے کے لئے ایک خاص علمی معیار کی ضرورت ہے۔فہم قرآن وحدیث، تذکیر بایام اللہ (تاریخ اقوام سابقہ)، اصول تطبیق حدیث وغیرہ کے علاوہ شیطان کی حقیقت، یہود کے مذھبی وشیطانی تصورات وعقائد اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی دشمنی اوران کی گھناؤنے کردار کو جاننا ضروری ہے۔

جیسے کہ میں اپنی پچھلی تحریروں میں ذکر کر چکا ھوں کہ یہود کئی صدیوں سے دجال کی راہ ھموار کر رہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ یہودیوں کو یہ شیطانی جال دنیا میں بچھانے کے لیے اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے؟؟ اوران کے سامنے اصل رکاوٹ کیا ہے؟ یہ کام اتنا آہستہ اور گھناؤنا کیوں ہے؟اس کی دو بڑی وجوہات ہیں

.1 انسانی فطرت

.2 الہامی مذھبی تصورات۔

اللہ کا ارشاد ہے: فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا

یعنی اللہ ہی کی فطرت پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔انسان اپنی جبلت اور فطرت میں اسلام ہی لے کر پیدا ہوتا ہے۔اسے ضمیر کی آواز اور حق و باطل میں فرق کی صلاحیت قدرتی طور پر ودیعت کی گئی ہے۔ارشاد ہے: فالھمھا فجورھا وتقوٰھا۔ہم نے اس کو گناہ اور اچھائی کا فرق الہام کیا ہے۔لہذا ایک شخص کی فطرت کے خلاف اسے تیار کرنا خاصا مشکل اور دیرپا کام ہے۔

یہ صرف اس وقت ممکن ہے جب جھوٹ اتنا کثرت سے اور مسلسل بولا جائے کہ وہ فطرت پر حاوی ہو کر سچ لگنے لگے۔ چیزوں کا شیطانی رخ ہی دکھایا جائے کہ نظر اس دجل کی عادی ہو جائے۔حواس کو مادیت کا عادی کیا جائے۔ روحانیت اور مذھب کے خلاف فرد میں شدید نفرت بھری جائے۔ظاہر ہے یہ کام کھلے عام کرنا ممکن نہیں۔ اس کو بہت احتیاط سے انتھائی غیر محسوس انداز میں انجام دینا ضروری ہے۔اس محتاط گھناؤنے اور خفیہ شیطانی کام کو قرآن نے "خناسیت" کی اصطلاح سے تعبیر کیا اور اس کام کے کارندے کو خناس کہا۔اور قرآن ہی نے بڑے خوبصورت اور لطیف انداز میں یہ اعلان کر دیا کہ خناسیت کا جال پھیلانے کے اس خفیہ کام میں خود شیطان الجن بنفس نفیس اور اس کی شریک جرم انسان بھی شامل ہوتے ہیں۔یعنی یہ کام اکیلا شیطان الجن نہیں کرتا۔قرآن میں ان کی ان گھناؤنی چالوں پر اللہ کی پناہ میں آنے سے یہ تصور دیا گیا ہے کہ یہ چالیں اور یہ خفیہ طریق واردات انسانوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔لہذا وہ دانستہ طور پر ان چالوں کا توڑ نہیں کر سکتے۔اور صرف اللہ کی پناہ، اللہ کی شریعت کی چھتری کے نیچے آئے بغیر بچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ارشاد ھے۔قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔مَلِكِ النَّاسِ اِلٰ ?ہِ النَّاسِ۔مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاسِ۔الَّ ?ذِىۡ يُوَسۡوِسُ فِىۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ۔مِنَ الۡجِنَّ ?ةِ وَالنَّاسِ۔

ترجمہ: کہہ دو میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آیا۔ جو لوگوں کا اصل بادشاہ ہے۔ لوگوں کا اصل معبود ہے۔ اس شیطان کے شر سے جو خناس ہے۔ وہ خناس جو لوگوں کے سینوں میں (اللہ کے دین فطرت کے خلاف غیر محسوس انداز میں خفیہ اور گھناؤنے) وسوسے ڈالتا ہے۔ یہ (خناس) جنوں اور انسانوں میں سے ہے۔

گویا فطرت انسانی کے خلاف ایک غیر فطری جال کو پھیلانا انتہائی غیر محسوس اور حساس کام ہے ایک بڑا فطری ری ایکشن ہوسکتا ہے۔ اس بڑے مقصد کی تکمیل کے لیے شیطان اور شیطان صفت انسانوں کو کوئی بھی قربانی دینا پڑسکتی ہے۔ اس لئے دنیا میں بے حیائی پھیلانے کے لیے یہود کے لیے اپنی عورتوں کی عزتیں خراب کرنا، اپنے آپ کو گالیاں دلوا کر انسانوں کے خیر خواہ ہونے کا لبادہ اوڑھنا، پیسہ بہانا، اور اپنے بندوں کو قتل کرنا یا کروا دینا انتہائی آسان کام ہے۔ یہی تو وہ کام ھیں جس سے وہ انسانوں کو متذبذب کرتا ہے اور عوام کے سامنے اچھا بنتا ہے۔ اس مقصد کے لیے استعمال ھونے والے لوگوں کو جانوں اور عزتوں کے خطرے اور خرابی کے بعد اس طرح بلیک میل کیا جاتا ہے کہ ان کے لیے دو ہی راستے بچتے ہیں۔ یا شیطان کی عبادت اور اطاعت کے ذریعے کثرت مال اور مفادات کا حصول یا بغاوت کی صورت میں دردناک موت۔

جاری ہے

جناب ڈاکٹر عبدالروف کا تعلق ٹیکسلا سے ہے۔ معروف عالم دین، دانشور اور محقق ہیں۔ کشمیرالیوم کے مستقل کالم نگار ہیں اور بلا معاوضہ لکھتے ہیں

سمعیہ فاطمہ اور میری پیاری امی جان

ام عبداللہ ہاشمی

یہ 1995 کا ایک دن تھا جب میری خالہ کے ہاں ایک بہت ہی پیاری اور خوبصورت بچی نے جنم لیا۔ خالہ سکول میں استانی تھی۔ بچی دادی اور پھوپھی کی آغوش میں پلنے بڑھنے لگی۔ بھوری آنکھوں والی، بھورے بالوں والی سمعیہ فاطمہ کسی دیس کی شہزادی لگتی تھی۔ ریڈ فاؤنڈیشن میں ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا تو سمعیہ ایک بے حد لائق و فائق طالبہ کے طور پر ہمیشہ اول درجے پر رہی۔ میٹرک میں سمعیہ دختران اسلام اکیڈمی صادق آباد میں داخل کروائی گئی۔ سمعیہ فطری طور پر بے حد نازک شرمیلی اور معصوم سی تھی۔ چونکہ سمعیہ نے جونہی ہوش سنبھالا تو اپنے سے تین چھوٹے تین بھائیوں اور ایک بہن کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ نہایت ذمہ داری کے ساتھ کم گو سی سمعیہ کو جب اس کے نٹ کھٹ اور بے حد شرارتی بھائی تنگ کرتے، کبھی مارتے بھی تو بھی وہ ایک کونے میں جا کر رو کر خاموش ہوجاتی۔ سمعیہ تعلیمی مراحل طے کرتی گئی تو ایک سال کے لیے الھدیٰ میں داخل کروائی گئی، میری چھوٹی بہن اقراء بھی ساتھ تھی ایک سال کے بعد ان دونوں نے اسلامک یونیورسٹی میں داخلہ لیا پہلے تو عام ہوسٹل میں رہی۔ پھر دھان پان سی سمعیہ نے باہر کا کھانا نہ کھانے کے باعث خود ہی تین عدد کمروں اور کچن پر مبنی ایک گھر لے لیا۔ سمعیہ ایم اے کے بعد ایم فل کرنے لگی اور ساتھ میری بہن اقراء اور راولاکوٹ کی ایک لڑکی اور اپنے دو بھائی بھی ساتھ رکھے۔ سمعیہ سارا کام خود کرتی، کھانا پکانا سے لے کر صفائی اور کپڑے دھونے تک کا عمل۔ اس کا یہ عارضی گھر سکستھ روڈ پر واقعہ تھا۔ الھدیٰ سے آنے کے بعد سمعیہ بے حد مذہبی ہوگئی۔ فل گاؤن سکارف اور نماز کی پابند سمعیہ کو لڑنا آتا ہی نہ تھا۔ کبھی کسی سے لڑائی نہیں کی اگر کوئی کرتی تو کونے میں جا کر آنسو بہا کر اس بندے کے ساتھ پھر نارمل۔ چھوٹا بھائی منیب بے حد ضدی من موجی سا تھا بہت تنگ کرتا۔ اکثر پریشان ہوجاتی امی فون کرتی تو ان سے چھپا لیتی کہ امی کا بی پی ہائی نہ ہوجائے۔ میں جب بیمار ہوکر ہاسپٹل ایڈمٹ ہوئی تو سمعیہ کا گھر چند منٹ کی واک پر تھا۔ اکثر ہاسٹل جاتی طرح طرح کے کھانے پکاتی اور ہاسپٹل لے جاتی۔ میری امی ہاسپٹل کے ماحول سے قدرے تنگ پڑتی تو فوراً ان کو اپنے گھر لے جاتی، ریلیکس کرواتی۔ امی کو رشین سیلڈ کھلایا جو کہ امی کو بے حد پسند آیا۔ میرا بیٹا عبداللہ بھی امی نے بلا لیا کہ امی اس کے بغیر رہ نہ سکتی تھی تو عبداللہ کو اپنے میٹرس پر بٹھا کر لیپ ٹاپ دے دیتی وہ کارٹون دیکھتا رہتا، وقت پر اس کو کھانا کھلاتی۔ عبداللہ کی عادت ہے کہ جب سب رات کا کھانا کھا لیتے ہیں تو پھر سے بھوک کا شور مچاتا ہے، اس کے لئے لیز، چاکلیٹ بسکٹ لاتی صبح جلدی جاگ جاتی ناشتہ اور سب کے لیے لنچ بھی صبح کے وقت ہی تیار کر دیتی۔ بے حد ایکٹیو رہتی کم کھاتی کم سوتی اور کم بولتی۔۔۔ شرمیلی اسقدر کہ سمعیہ کے ابو سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ تو جب وہ گھر آئے تو ان سے بھی بے حد شرماتی سمعیہ اپنی امی سے کہتی۔ امی میں پی ایچ ڈی بھی کروں گی۔ سمعیہ نے ساتھ ہی بی ایڈ میں ایڈمیشن لیا ہوا تھا اوپن یونیورسٹی میں ستائیں مئی کو سمعیہ آخری پیپر دے کر منیب کے ساتھ بائیک پر آرہی تھی آنے سے پہلے اس نے گھر کا سودا سلف کسی مارکیٹ سے خریدا، تین عدد کپڑوں کے جوڑے ایک امی کے لیے، چھوٹی بہن کے لیے اور ایک اپنے لیے۔ اس نے ویڈیو کال کر کے امی سے کہا میں تیاری کر رہی ہوں، پیپر کے دینے کے بعد رات آٹھ بجے میں آپ کے پاس ہوں گی کیونکہ میرا آخری پیپر ہے۔ پانچ بجے وہ چھوٹے بھائی منیب کے ساتھ واپس آرہی تھی تو سکستھ روڈ پر کسی کار نے نہایت بری طرح سے بائیک کو ٹکر ماری۔ سمعیہ چونکہ پیچھے بیٹھی تھی اس لیے سب سے زیادہ انہیں لگی وہ سر کے بل ایک دیوار سے جا لگی پھر منہ کے بل سڑک پر گر پڑی اور منیب بھی بے ہوش ہوگیا۔ پاس ہی چند ہوک کھڑے تھے جو مری جا رہے تھے وہ سب دیکھ کر رک گئے۔ سمعیہ کے سر اور منہ سے خون کے فوارے پھوٹ نکلے۔ وہ تین فرشتہ صفت زخمیوں کو بے نظیر ہسپتال لے گئے۔ میری خالہ نے جب سمعیہ کے نمبر پر کال کی آگے سے ڈاکٹر نے جواب دیا کہ ان کا ایکسیڈنٹ ہو چکا ہے بچی سیریس ہے ان کا دماغ ماؤف ہو چکا ہے، خالہ کی دیورانی نے فون لیا اور ساری تفصیل بتائی۔ خالہ نے حسیب کو کال کی اور میری بہن اقراء اور اسماء کو بتایا وہ جلد ہسپتال پہنچے۔ سب سے پہلے ان کو دیکھ کر چیخ نکل گئی ان کا خون تیزی سے بہہ رہا ہے۔ زخمیوں کو ہولی فیملی منتقل کیا گیا، اسماء اور حسن بھائی بھی آگئے، خالہ سمعیہ کی دادی اور چاچو بھی چلے گئے اور پوچھا سمعیہ کدھر ہے جب بتایا گیا کہ سمعیہ یہ ہے تو خالہ کمرے سے باہر بھاگ آئی کہ یہ میری سمعیہ نہیں ہے ڈاکٹرز نے خون مانگا اس کا ہم نے ارینج کیا مگر رات گیارہ بجے سمعیہ اپنے پیارے اللہ کے پاس چلی گئی۔

۔اللہ سمعیہ کی قبر کو جنت کا ایک باغ بنا دے۔ آمین

ایک+آٹھ کلبھوشن جادھو؟

منصور جعفر

اسرائیل اور اس کا اتحادی بھارت اپنے باہمی مفادات اور مشترکہ اہداف کے لیے منصوبے بنانے اور سکیمیں لڑانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ دنیا بدل رہی ہے، حکومتیں بدل رہی ہیں، طاقت کے عالمی مراکز میں تبدیلی آرہی ہے۔ مگر جو چیز نہیں بدل رہی وہ مشرق وسطیٰ میں عالمی طاقتوں کے چہیتے اسرائیل اور برصغیر میں چہیتے بھارت کے طور طریقے ہیں۔ تازہ مثال قطر سے سامنے آئی ہے۔ جس طرح مارچ 2016 میں پاکستان میں بھارتی نیوی کا ایک حاضر سروس افسر کلبھوشن جادھو جاسوسی اور دہشت گردی کے الزام میں پکڑا گیا تھا۔ اب قطر میں انڈین نیوی کے پورے آٹھ سابق افسران جاسوسی کے الزام میں گرفتار ہو گئے ہیں، جن میں سے ایک سابق نیول کمانڈر پرنندو تیواری بھی شامل ہے۔ سابق نیول کمانڈر تیواری بھارت کا واقعی قیمتی اثاثہ ہیں کہ اسے 2019 میں بھارت سرکار 'پرواسی بھارتیہ سمان ایوارڈ' دے چکی ہے۔ یقیناً یہ تیواری کی بیرون ملک رہتے ہوئے خدمات کا اعتراف ہے۔ بھارتی افواج میں سے تیواری واحد افسر ہیں جنہیں یہ اعلیٰ ترین ایوارڈ ملا۔

عالمی طاقتوں کے دو چہیتوں میں ایک مماثلت یہ بھی سامنے آئی ہے کہ قطر میں مبینہ طور پر جاسوسی کے اس بڑے اور خوفناک واقعے کے بعد بھی بھارت اور اسرائیل دونوں نے حتی المقدور خاموشی اختیار کیے رکھی ہے۔ بھارت کو اسی مہینے کے پہلے ہفتے میں مجبوراً لب کشائی کرنا پڑی کہ سوشل میڈیا کے راستے سے خبر لیک ہو گئی۔ لیکن اسرائیل ابھی تک ہونٹ سی کر بیٹھا ہوا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے حوالے سے بلاشبہ اسرائیل کے ایجنڈے کی کئی پرتیں ہیں۔ اس لیے کسی ایک کامیابی یا پیش رفت کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ اسرائیل اپنے ایجنڈے کے بقیہ نکات اور اہداف کے حوالے سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔ اس کا اپنی اصلی اور ازلی 'جبلت' سے دور ہو جانا غیر ممکن ہے۔

ہاں ذرا حکمت عملی تبدیل ہوسکتی ہے۔ طریقہ واردات بدلا جا سکتا ہے۔ وقتی توقف برتا جا سکتا ہے۔ مگر اہداف نہیں۔ ایجنڈا بھارتی پرنالے کی طرح وہیں کا وہیں رہے گا۔

یہی قطر میں بذریعہ بھارت مبینہ جاسوسی میں نظر آتا ہے۔ اپنے

جاسوسوں اور دہشت گردوں کو عرب ممالک میں بھیجنے اور انہیں بروئے کار رکھنے کا کام اسرائیل ایک زمانے سے کرتا آرہا ہے۔ اب بھی جاری رکھنا اس کی مجبوری ہوگی۔

تاہم طریقہ ماضی سے مختلف اختیار کرنا لازمی ہوگا۔ قطر میں 30 اگست 2022 کو مبینہ طور پر جاسوسی کے الزام میں بھارت کے آٹھ سابق نیوی افسران اسرائیل کے لیے خدمات انجام دینے کے الزام میں غالباً اسی وجہ سے پکڑے گئے۔ گویا عربوں کے ساتھ 'نارملائزیشن' کا اسرائیلی تعلق اتنا بھی نارمل نہیں ہوا ہے کہ عرب دنیا یا مشرق وسطیٰ کے حوالے سے اپنے عزائم، اہداف، ایجنڈے، سازشوں اور وارداتوں کو چھوڑ دے۔ اسی لیے اسے اپنے دیرینہ اور قابل بھروسہ دوست بھارت کے چنیدہ افسروں کی خدمات کا مبینہ طور پر سہارا لینا پڑا ہے۔ دونوں کا یہ تعلق بہت پرانا ہے۔ بھارت میں مودی کے کٹر حامیوں کے میٹھے بولوں کا جادو ان لوگوں اور قوموں پر جلدی اثر کر جاتا ہے جو بھارت کے اندر کے کلچر کا براہ راست تجربہ، مشاہدہ یا مطالعہ نہیں رکھتے۔

مسکینی لہجے میں بات کرنے والے یہ بھارتی عام طور پر بیرونی دنیا میں بےضرر سے محسوس ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے جہاں چاہیں واردات ڈال سکتے ہیں۔ بھارت نے اپنے آٹھ سابق نیوی افسران کی بیگناہی کا راگ دیر سے سہی اب الاپنا شروع کر دیا ہے۔ اس کی طرف سے سامنے آنے والی آوازوں میں کہا جا رہا ہے کہ یہ آٹھوں نیوی افسران ایک نجی کمپنی میں کام کرتے تھے جو قطر کی بحریہ کے لیے تکنیکی شعبے میں خدمات انجام دے رہی تھی۔ اہم بات ہے کہ یہ کمپنی 'ظاہرہ گلوبل' اور اس کی ویب سائٹ بھی اب خاموش پڑی ہے۔

بھارت نے بھی اس پر اب تک بات دھیمے سے انداز میں ہی کی ہے۔ بھارت کی اپنے سابق نیوی افسروں کے حق میں گواہی بلا تامل قبول ہونا اس وجہ سے بھی مشکل ہوسکتا ہے کہ اسی بھارتی نیوی کا حاضر سروس افسر کلبھوشن یادیو پاکستان میں جاسوسی ہی نہیں دہشت گردی میں ملوث ہونے کی بنیاد پر گرفتار ہو چکا ہے۔

یہی کلبھوشن جادھو حسین مبارک پٹیل کے نام سے بنوائے ہوئے ایک جعلی پاسپورٹ پر بیرون ملک سفر بھی کرتا رہا ہے۔ اس صورت حال میں بھارتی گواہی اس کی نیوی کے سابق افسران کے حق میں کیوں کر معتبر ہوسکتی ہے؟

ممکن ہے کہ بھارتی موقف کے مطابق یہی بات درست ہو کہ قطری بحریہ کے ساتھ کام کرنے والی کمپنی ظاہرہ گلوبل کے

بھارتی عہدے دار بھارت کے لیے جاسوسی نہ کر رہے ہوں۔ مگر ریٹائرڈ فوجی افسران اگر اسرائیل جیسے کسی ملک کے لیے کام کرتے ہوئے بغلی چھری چلانے میں بروئے کار ہوں تو کوئی ملک یہ کیوں کر نظر انداز کر سکتا ہے؟

یہ صورت حال تو قطر ہی نہیں اڑوس پڑوس کے دوسرے ملکوں کے لیے بھی خطرے کی گھنٹی کا درجہ رکھتی ہے۔ خصوصاً ایسے ماحول میں جب اسرائیل نے اس کی تردید تو در کنار اس پر ابھی تک لب کشائی بھی نہیں کی ہے۔

اسرائیل کا خلیجی ممالک کے حوالے سے ماضی کا کردار اس ناطے اور بھی مشکوک رہا ہے۔ جنوری 2010 دبئی میں اسی اسرائیل کی بدنام زمانہ خفیہ ایجنسی موساد کے اہل کاروں نے ہوٹل کے کمرے میں ایک فلسطینی مزاحمتی رہنما کو قتل کیا تھا۔ فلسطینی محمود عبدالرؤف المبحوح کو اسرائیلی موساد نے اس وقت دبئی کے ہوٹل میں ان کے کمرے کے اندر گھس کر قتل کیا، جب ابھی اسرائیلی باشندوں کی عرب دنیا میں آمد و رفت آسان نہ تھی۔ حالیہ ایک دو برسوں میں شروع ہونے والی 'نارملائزیشن' کم از کم ایک دہائی سے بھی زیادہ دور تھی۔

موساد نے اپنے جاسوسوں اور دہشت گردوں کے لیے برطانیہ وغیرہ کے پاسپورٹ استعمال کیے تھے۔ بھلے زمانے تھے جب دبئی پولیس نے اسرائیلی موساد کی اس دہشت گردانہ کارروائی کا خوب تعاقب کیا تھا۔ بالآخر دبئی پولیس کے اسی تفتیشی نتیجہ کو برطانیہ سے بطور خاص آنے والی ٹیم نے بھی درست تسلیم کیا تھا۔ یوں برطانیہ کو اپنے ہاں سے ایک اسرائیلی سفارت کار کو برطانوی پاسپورٹوں کے اس طرح استعمال پر برطانیہ سے واپس جانے کا کہنا پڑا تھا۔ یہ سارا معاملہ جنوری 2010 سے مارچ 2010 کے درمیان کا ہے۔ اُس وقت بن یامین نتن یاہو اسرائیلی وزیر اعظم تھے۔

لہٰذا فلسطینیوں کے تعاقب کے نام پر ہی سہی اسرائیلی موساد نے عرب دنیا میں اپنا جال اچھی طرح بچھا رکھا تھا۔ اب اسرائیل کو پہلی بار یہ موقع مل رہا ہے کہ وہ تاجروں، صحافیوں، فنکاروں، انجینئروں اور ڈاکٹروں کی صورت میں کھلے عام اپنے کارندے بھیج سکتا ہے، تاکہ موساد کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے اور یہاں اپنی جڑیں گہری کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی جڑیں کھودنے کا کام جاری رکھ سکے۔

اسرائیل کی اسی مہارت کا ایک حالیہ ثبوت ایران ایسی ریاست سے بھی سامنے آیا ہے۔ ایران جہاں سپاہ پاسداران انقلاب کی کڑی نگرانیوں کے ماحول میں بقول شخصے خود ایرانی بھی آسانی سے سانس نہیں لے سکتے۔ ایک یہودی خاتون کیتھرین پیرے شکدام تجزیہ کار اور لکھاری کے طور پر ایران کے اندر اتنی گھس گئیں کہ ایرانی سپریم لیڈر خامنہ ای کی ذاتی ویب سائٹ پر باقاعدگی سے لکھنے لگی۔

کیتھرین شکدام کی رسائی ایرانی سپریم لیڈر کے دفتر کے اندر تک، ان کی ٹیم کے ارکان اور اعتماد کے لوگوں کی طرح ہو گئی تھی۔ کیتھرین نے نہ صرف علی خامنہ ای کے دفتر اور سکیورٹی کے سارے حصار کو تاراج کیا بلکہ موجودہ ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کی صدارتی انتخابی مہم میں ان کے بھی قریب چلی گئیں۔ ان کے انٹرویو کیے اور اپنی دسترس کی سند پائی۔

آج کل یہی کیتھرین شکدام ایران میں اپنی ان ساری کامیابیوں کے مزے لے کر قصے سناتی ہیں۔ وہ اب لندن میں قائم تھنک ٹینک 'ہنری جیکسن سوسائٹی' کا حصہ بن چکی ہے۔ ان کے بقول ان کی کامیابی کی ایک وجہ ایرانیوں کو غیر ملکیوں کے منہ سے اپنے حق میں تعریف سننے کا 'کمپلیکس' تھا۔ عرب ممالک میں پچھلے اسی طرح کے اسرائیلی کارندوں نے پولٹ بیورو حماس کے سابق سربراہ خالد مشعل کے کان کے ذریعے اردن میں ان کے جسم میں خوفناک زہر منتقل کر کے انہیں میں 1997 میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ جس کے بعد انہیں کئی ہفتے اردن کے فوجی ہسپتال میں زیر علاج رہنا پڑا تھا۔

بعد ازاں امریکی صدر بل کلنٹن کے توسط سے اسرائیل نے اپنی اس واردات کا خاموش اعتراف کر لیا تھا۔ فلسطینی رہنماؤں کو ٹیلی فونز میں بظاہر انتہائی چھوٹے مگر کارگر بم نصب کر کے قتل کرنے کی وارداتیں بھی اسی اسرائیل کا خاصہ رہی ہیں۔

بلاشبہ اسرائیل عرب دنیا ہی نہیں مشرق وسطٰی کے ہر ملک سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں آگے ہے۔ وہ اپنی اسی ٹیکنالوجی کے

رستے پہلے دلوں میں اترنے کی کوشش میں رہتا ہے اور پھر ایک زہر کی طرح خون کی نالیوں تک سرایت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بھارت بھی آئی ٹی کی ترقی کے حوالے سے دنیا میں کافی آگے ہے۔ اس کے 'لہجے کی مٹھاس' اور بالی وڈ کے 'لباس' یہ دونوں مل کر جہاں بھی چاہیں گے خوفناک وارداتوں کا امکان پیدا کر لیں گے۔ ابھی ایک تازہ مثال قطر میں سامنے آئی ہے۔ اگرچہ اسرائیل کی اس میدان میں تاریخ لمبی ہے۔

اسرائیل اور اس کا اتحادی بھارت یہ حق رکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ اپنے باہمی مفادات اور مشترکہ اہداف کے لیے منصوبے بنائیں اور سکیمیں لڑائیں۔ خصوصاً جب ایک طرف نتن یاہو وزیر اعظم ہوں گے اور دوسری جانب مودی سرکار موجود ہے۔

یہی نتن یاہو ہیں جس کے دور میں 1997 میں خالد مشعل کو قتل کرنے کے لیے اردن میں واردات کی گئی تھی۔ اسی کے دور میں جنوری 2010 میں دبئی میں فلسطینی رہنما کو قتل کیا گیا تھا۔ اب اسی نتن یاہو کی حکومت دوبارہ آ رہی ہے۔ اب اسے مشرق وسطٰی میں کافی ہموار میدان دستیاب ہے۔ پاکستان اور مشرق وسطٰی کے ممالک کو مشترکہ حکمت عملی ہی شر انگیزیوں سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

یورپ کا مسلم اکثریتی ملک: البانیہ

البانوی شہری، جنوب مشرقی یورپ کے سب سے قدیم ترین باشندے ہیں، جن کے آباؤ اجداد انڈو یورپین تھے

2008 میں یہاں کی آبادی چھتیس لاکھ سے کچھ زائد تھی جن میں 45% لوگ شہری آبادیوں میں بستے ہیں

آبادی کا اسی فیصد مسلمان، بیس فیصد عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ ہیں

پروفیسر ساجد

البانیہ، جنوب مشرقی یورپ میں مسلمان اکثریت کا ملک ہے، جغرافیائی طور پر البانیہ کی مملکت ''جزیرہ نما بلکان'' کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ ''طیرانہ'' اس ملک کا دارالحکومت ہے اور ملک کا سب سے بڑا صنعتی وتجارتی مرکز بھی ہے۔ البانیہ کا کل رقبہ گیارہ ہزار مربع میل سے کچھ زائد ہے۔ البانیہ کے مغرب میں سمندری موجوں سے بھرے ہوئے ساحل ہیں، جنوب میں یورپ کا قدیمی ثقافتی و تاریخی ملک یونان ہے، مشرق میں مقدونیا کی ریاست ہے، سربیا شمال مشرق میں ہے اور ''مونٹی نیگرو'' کا ملک البانیہ کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ البانیہ کے اصل مقامی باشندے ''الیری'' قبل از تاریخ میں جزیرہ نما بلکان کے جنوبی حصے سے یہاں وارد ہوئے تھے۔ ساتویں اور چھٹی صدی قبل مسیح کے دوران اس خطے کو یونانیوں نے اپنی کالونی بنایا، تیسری صدی قبل مسیح میں جب یونانیوں کی گرفت کمزور پڑنے لگی تو اس علاقے کا شیرازہ بکھر گیا اور پانچویں سے دوسری صدی قبل مسیح تک ''الیریوں'' کے کئی گروہوں نے یہاں کے متعدد علاقوں پر بادشاہت اور حکمرانی کے مزے لیے، یہاں تک کہ سلطنت روم کی فوجیں یورپ کے اس خطے تک مار کرنے لگیں اور 168 عیسوی میں روم کی حکومت نے البانیہ کو مکمل طور پر اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ اگلی کئی صدیوں تک یہاں رومی بادشاہ راج کرتے رہے اور انہوں نے اس علاقے کا نام بھی تبدیل کیا۔

395 عیسوی میں البانیہ بازنطینی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ پانچویں صدی مسیحی تک مذہب عیسائیت بھی یہاں اپنے پنجے پوری طرح گاڑ چکا تھا اور رومن پوپ یہاں کا مذہبی پروہت قرار پایا۔ پانچویں صدی کے بعد گاتھ خاندان کے حکمرانوں سمیت متعدد جاہل بادشاہوں کی اجڈ، گنوار اور انسانیت سے عاری یورپی افواج نے اس علاقے کو خوب تاراج کیا اور قتل وغارت گری ولوٹ مار کا بازار گرم کیے رکھا۔ یہاں تک کہ چودھویں صدی کے وسط میں بازنطینی سلطنت کا سورج بھی غروب ہونے لگا اور 1388 میں البانیہ کی سرزمین مسلمان عثمانی ترک بادشاہت کی ٹھنڈی چھاؤں تلے آنا شروع ہوئی۔ اس علاقے کو ''البانیہ'' کا خوبصورت نام بھی عثمانیوں نے ہی دیا جبکہ اس سے قبل متعدد مشکل قسم کے نام رہے جو مختلف نسلوں کے اسماء سے ماخوذ تھے۔

1430 عیسوی تک عثمانیوں نے اس علاقے پر مکمل کنٹرول حاصل کر کے تو اسے اپنی انتظامی گرفت میں لے لیا۔ اس فساد زدہ علاقے کو مسلمان بادشاہوں نے اسلام کی تبلیغ سے پر امن بنا دیا۔ حالات میں واضع تبدیلی اور صدیوں کے بعد عدل و انصاف کی فراہمی کے باعث سترہویں صدی کے آخر تک البانیہ کی دو تہائی سے زیادہ آبادی اسلام قبول کر چکی تھی۔ البانیہ نے عثمانی دربار تک اس حد تک رسائی حاصل کر لی کہ دو درجن سے زائد البانوی باشندے ''پاشا'' اور ''بے'' کے سابقے اور لاحقے سے سلطنت عثمانیہ کے وزیر اعظم کے عہدے تک بھی پہنچے۔ اسلامی تعلیمات میں غیر مسلموں کو ذمی کہا گیا ہے اور انکے متعدد حقوق متعین کیے گئے ہیں۔ ان حقوق کی وصولیابی کے بعد انہیں ایک قسم کا ٹیکس ادا کرنا ہوتا ہے۔ عثمانیوں کے ہاں یہ قانون رائج رہا اور یہودیوں کے مذہبی راہنما ''ربی'' اور عیسائیوں کے مذہبی راہنما اپنی ملت سے یہ ٹیکس اکٹھا کر کے جمع کرانے کے پابند تھے جبکہ یہ مذہبی ملتیں اپنے تعلیمی نظام، مذہبی رسومات اور باہمی وخاندانی معاملات میں آزاد تھیں اور انہیں کے مذہبی وخاندانی راہنما ان کے جھگڑوں کا بھی فیصلہ کرتے تھے اور عثمانی اقتدار ان کی توثیق کر دیا کرتا تھا۔ آج کے جمہوری یورپ کی نام نہاد مذہبی آزادیوں پر انہیں کی تاریخ کے یہ شیریں حقائق سیکولرازم کے ناپاک، مکروہ اور خونخوار چہرے پر کھلا طمانچہ ہیں۔ البانیوں کی علاقائی ثقافتی کہانیوں میں آج بھی عثمانی ترک زندہ ہیں۔

1912ء کی پہلی بلکان جنگ کے نتیجے میں عثمانیوں کو البانیہ سے ہاتھ دھونے پڑے اور اٹھائیس نومبر 1912 کو البانیہ نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ جنگ کے فوراً بعد ایک کانفرنس میں عالمی سامراجی گروہ برطانیہ، فرانس، جرمنی، روس، اٹلی اور آسٹریا نے البانیہ کی آزادی کو تسلیم کر لیا اور 1920 میں البانیہ کو لیگ آف نیشنز کا رکن بھی بنا لیا گیا جو البانیہ کی بین الاقوامی آزادانہ شناخت کی طرف ایک فیصلہ کن قدم تھا۔ 1944 سے 1990 تک البانیہ اشتراکی نظام کی زنجیروں میں بری طرح جکڑا رہا اور اس سرزمین نے اپنی تاریخ کے بدترین ایام اس نظام کے تحت گزارے۔ اشتراکی دور میں البانیہ کا ملک پورے یورپ میں غریب ترین ملک تھا اور نجی ملکیت کی کوئی اجازت نہ تھی۔ انسانی عقل کے تمام تجربات اشتراکیت سے سیکولر جمہوریت تک اسی انجام کے مستحق ہیں۔ افغان مجاہدین کی جدوجہد کے باعث پوری دنیا کو جب اشتراکی استبداد سے نجات ملی تو 1991ء سے البانیہ میں بھی ایک نئے جمہوری دور کا آغاز ہوا۔

البانوی شہری، جنوب مشرقی یورپ کے سب سے قدیم ترین باشندے ہیں، جن کے آباؤ اجداد انڈو یورپین تھے۔ آج کے البانوی اپنے آپ کو ''شاہینوں کے بیٹے'' کہتے ہیں جو اس علاقے کے قدیم نام کا ترجمہ بھی ہے۔ 2008 میں یہاں کی آبادی چھتیس لاکھ سے کچھ زائد تھی جن میں 45% لوگ شہری آبادیوں میں بستے ہیں۔ اشتراکی دور میں آبادی کی بڑھوتری پر بہت زور دیا گیا تھا جس کے باعث پورے یورپ میں البانیہ کی شرح پیدائش سب سے زیادہ اور شرح اموات سب سے کم تھی۔ ''البانوی'' زبان یہاں کی قومی و سرکاری زبان ہے۔ آبادی کا اسی فیصد مسلمان، بیس فیصد عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ ہیں۔ 1967 میں سیکولر اشتراکی حکومت نے

مذہبی پابندیاں عائد کردی تھیں جس کے باعث پوجا پاٹ اورعبادت گاہیں غیر قانونی قرار دے کر بند کر دی گئی تھیں۔افغانوں کے جہاد سے 1990 میں البانیہ کے اندر مساجد اور کلیسا ایک پھر آباد ہوگئے۔

البانیہ کی معیشت اشتراکی دور میں بہت ناگفتہ بہ حالت تک گر چکی تھی، عام آدمی کی زندگی بعض اوقات بنیادی ضروریات کی تکمیل سے بھی خالی تھی، نئے جمہوری دور کے بعد نجی ملکیتوں کی اجازت، بیرونی سرمائے کی آمد اور آزادانہ تجارت کی پالیسیوں کے باعث ملکی معیشیت کا گراف کافی حد تک بلند ہوا ہے۔اشتراکی دور میں مزدوروں کو یونین سازی کی اجازت نہیں تھی جواب انہیں فراہم کردی گئی ہے۔اشتراکی دور میں تجارت پر بھی سخت پابندیاں عائد تھیں اور نرخوں پر حکومت کی طرف سے سختی سے پابندی کرائی جاتی تھی جبکہ جمہوری دور کے آغاز کے بعد سے بہت سی زرعی اصلاحات عمل میں لائی گئی ہیں اور کم وبیش اکیس فیصد ملکی اراضی جو قابل زراعت ہے کسانوں کی نجی ملکیت میں دے گئی ہے اور انہیں فصلوں کی کاشتکاری اور جانوروں کی پرورش کی مکمل آزادی بھی فراہم کر دی گئی ہے تاکہ وہ محنت کر کے تو خوب منافع کما سکیں۔گندم،مکئی، میٹھے چکندر،سورج مکھی کے بیج،تمباکو، آلو اور مختلف قسم کے پھل یہاں کی نقد آور فصلیں ہیں۔ایک زمانے میں کپاس بھی اگائی جاتی تھی لیکن کپڑا سازی کی صنعت کے زوال پزیر ہونے کی وجہ سے اب کپاس کی فصل عدم توجہی کا شکار ہے۔بھیڑوں کے متعدد فارم دیہاتی علاقوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اس سائنس اور ٹیکنالوجی کی دنیا میں البانیہ کے اندر اب بھی مشینوں کی بجائے گدھے زرعی زور آوری کرتے نظر آتے ہیں۔

1944 سے1985 تک البانیہ میں مکمل طور پر اشتراکی طرز حکومت رہا، ایک ہی پارٹی مملکت کے سیاہ وسفید کی مالک تھی اور خفیہ اداروں کے وسیع وعریض جال کے اندر ملکی عوام ایک بدترین گھٹن کی زندگی بسر کر رہے تھے۔1985 میں البانیہ اس تنہائی سے نکلا،1989 میں یہاں سے اشتراکیت کا بستر گول ہوا اور 1991 میں یہاں ایک عارضی دستور نافذ کیا گیا جس میں سیاسی و مذہبی آزادیوں کی آزادی کی ضمانت فراہم کی گئی۔1998 میں البانوی قوم نے کثرت رائے سے ایک باقاعدہ آئین کی منظوری دی جس نے ملک کو پارلیمانی طرز جمہوریت میں داخل کردیا۔یہاں پانچ سالوں کے لیے پیپلز اسمبلی کا انتخاب ہوتا ہے جو صدر مملکت اور وزیر اعظم کے ساتھ مل کر ملک کا سیاسی وانتظامی نظم ونسق چلاتی ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد سیکولر اشتراکی حکومت نے اسلام کا نام و نشان مٹانے کا بیڑا اٹھالیا،1945 میں تمام وقف املاک ضبط کر لی گئیں اور ہزاروں علماء کو دھر لیا گیا۔اسلام پر سیکولرازم کا آخری وار اس وقت ہوا جب البانیہ کو یورپ کی پہلی ’’کافر ریاست‘‘ قرار دے کر تو ملک کی 530 مساجد کو نہ صرف یہ بند کر دیا گیا بلکہ بعد میں ان مساجد کی عمارتوں کو عجائب گھروں،کلبوں اور ناچ گانوں کے ثقافتی مراکز میں تبدیل کر دیا گیا اور اس مقصد کے لیے ملک کی بیس فیصد عیسائی آبادی کے کارپرداران بھی کافرانہ حکومت کے ساتھ مل گئے۔ایک طویل مدت کے بعد 23 نومبر 1990 کو البانیہ میں پہلی دفعہ نماز جمعہ ادا کی گئی

دوسری جنگ عظیم کے بعد سیکولر اشتراکی حکومت نے اسلام کا نام ونشان مٹانے کا بیڑا اٹھالیا،1945 میں تمام وقف املاک ضبط کر لی گئیں اور ہزاروں علماء کو دھر لیا گیا۔اسلام پر سیکولرازم کا آخری وار اس وقت ہوا جب البانیہ کو یورپ کی پہلی ’’کافر ریاست‘‘ قرار دے کر تو ملک کی530 مساجد کو نہ صرف یہ بند کردیا گیا بلکہ بعد میں ان مساجد کی عمارتوں کو عجائب گھروں،کلبوں اور ناچ گانوں کے ثقافتی مراکز میں تبدیل کر دیا گیا اور اس مقصد کے لیے ملک کی بیس فیصد عیسائی آبادی کے کارپرداران بھی کافرانہ حکومت کے ساتھ مل گئے۔ایک طویل مدت کے بعد23 نومبر1990 کو البانیہ میں پہلی دفعہ نماز جمعہ ادا کی گئی۔ گزشتہ دنوں عالمی تبلیغی جماعت کا ایک گروہ البانیہ میں آیا اور انہوں نے مسلمانوں کو ان کا بھلایا گیا سبق دوبارہ یاد کرانے کی کوشش کی۔اس جماعت کے لوگوں نے صرف چند بزرگوں کو سنا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں جبکہ %80 مسلمان آبادی کے نوجوان اذان اور نماز کے مشاہدے پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔اب وہاں اسلامی کتابیں کثرت سے پڑھی جاتی ہیں اور مسلمانوں کی متعدد تنظیموں نے اسلامی شعور کی آگہی کے لیے وہاں اپنے کام کا آغاز کردیا ہے۔اپریل2011 میں البانیہ کو اسلامی سربراہی کانفرنس(OIC) کی رکنیت بھی دے دی گئی ہے اور وہاں کے مشہور شہر اور دارالحکومت ’’طیرانہ‘‘ میں ایک اسلامی یونیورسٹی کی بنیاد بھی رکھ دی گئی ہے۔البانیہ کی حکومت بھرپور کوشش کر رہی ہے کہ مسلمانوں کی آبادی کو کم سے کم ظاہر کیا جائے،حکومت کے ذمہ داران کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کا اظہار مملکت کو یورپی رعایات ملنے میں مانع ہے،اس بیان سے یورپ کے سیکولرازم کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔لیکن البانوی حکومت کے اس اقدام کے خلاف وہاں پر موجود مسلمانوں کی تنظیمیں ’’مسلم کمیونٹی آف البانیہ‘‘ اور ’’دی مسلم فورم آف البانیہ‘‘ اور وہاں کی مرکزی جامع مسجد ڈینی ہوکڑا کے امام ’’احمد کلاجا‘‘ نے مشترکہ مہم چلائی ہے۔گزشتہ نماز جمعہ کے بعد ایک قرارداد پر تمام مسلمانوں نے دستخط کیے تاکہ حکومتی اقدام کے خلاف چارہ جوئی کی جاسکے۔

رجیم چینج کا منصوبہ اسلامی تحریکیں اور اسرائیل

امریکہ بہادر اپنے لیے تو جمہوریت پسند کررہا ہے مگر باقیوں کے لیے آمریت ایسا کیوں ہے؟

امریکہ نہیں چاہتا کہ دنیا میں اسلامی تحریکیں اقتدار میں آئیں اور اسلام کے آفاقی نظام کو قائم کریں جس کی دنیا کو تلاش ہے

پاکستان اسلامی ممالک میں وہ واحد ملک ہے جو کانٹے کی طرح مغرب کی آنکھ میں کھٹک رہا ہے

راجہ ذاکر خان

جدید دنیا میں یورپ اور امریکہ میں جمہوریت اور جمہوری ادارے مضبوط جبکہ افریقی اور ایشیائی ممالک میں جمہوریت اور جمہوری ادارے قدرے کمزور ہیں اور اکثر ممالک میں بادشاہتیں قائم ہیں، مغربی استعمار نے اپنی سپرمیسی قائم رکھنے کے لیے ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کو پنپنے نہیں دیا، مغرب نے اپنے لیے تو جمہوریت پسند کی اور ترقی کی منازل طے کیں مگر دیگر ممالک کو اپنا باجگزار بنانے کے لیے وہاں جمہوریت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں، ترقی پذیر ممالک کے عوام اور اہل دانش کے لیے یہ بڑا سوال تھا کہ وہ پوچھتے کہ امریکہ بہادر اپنے لیے تو جمہوریت پسند کررہا ہے مگر باقیوں کے لیے آمریت ایسا کیوں ہے؟ یہ سوال اگر ترقی پذیر ممالک کے اہل دانش اٹھاتے تو یقیناً اس کا جواب تلاش کرلیتے، اپنی قوم کی رہنمائی بھی کرتے اور آج وہ بھی ترقی یافتہ ممالک میں شمار کیے جاتے۔ان ممالک کے عوام بھی بنیادی انسانی سہولیات سے استفادہ کرتے اور ترقی کی دوڑ میں آگے نکلتے۔

مغرب کے اہل دانش نے طویل غوروحوض کے بعد اپنی قیادت اور اپنے اشرافیہ کو گائیڈ لائن دی کہ اگر دنیا پر طویل عرصے تک حکمرانی کرنا چاہتے ہو تو ترقی پذیر ممالک کے عوام اور حکمرانوں کے درمیان خلیج حائل رکھنا ان ممالک میں جمہوریت کو سر اٹھانے کا موقع نہ دینا۔اگر ترقی پذیر ممالک کے حکمران اور عوام ایک پیج پر آگئے تو دنیا پر حکمرانی کا مغربی خواب دم توڑ جائے گا۔مغرب دنیا پر اپنی حکمرانی کو طول دینے کے لیے اپنے سارے وسائل صرف کررہا ہے کہ ترقی پذیر ممالک جمہوریت کی افادیت سے آشنا نہ ہوجائیں۔مغرب نے کمال حکمت کے ساتھ ترقی پذیر ممالک کے اشرافیہ کو اپنے قریب کیا اور ان کو باور کرایا کہ اگر وہ مغرب کے آلہ کار نہیں بنیں گے تو کبھی بھی اقتدار کے ایوانوں تک نہیں پہنچ سکتے یا جہاں جہاں ان کی بادشاہتیں قائم ہیں ان کی بادشاہتوں کو خطرات لاحق ہوجائیں گے۔تب سے یہ اشرافیہ اپنے ذاتی مفادات کی خاطر انسانوں کو غلام بنائے ہوئے ہے۔

رجیم چینج کا نعرہ امریکہ نے لگایا یقیناً اس کے پیچھے پورا منصوبہ

ہوگا، امریکہ مغرب کا سرپرست ہے، امریکی اہل دانش نے یہ محسوس کیا کہ ایک عرصہ بیت گیا جو کام مغرب نے اشرافیہ سے لینا تھا وہ لے لیا اور اب رجیم چینج کرتے ہیں تا کہ نئے مہرے امریکہ کے لیے خدمات سرانجام دیں۔امریکہ نے رجیم چینج کرنے کے منصوبے کا آغاز مشرق وسطی سے کیا، مشرق وسطی میں ایک طویل عرصے سے بادشاہتیں قائم ہیں، جن سے امریکہ نے خوب استفادہ کیا، اب ان کو بدلنے کا فیصلہ کیا، مشرق وسطی میں طویل عرصے سے اخوان کام کررہی ہے ،جوعوام کے لیے اسلام اور جمہوریت کو پسند کرتی ہے، مشرق وسطی میں اخوان ایک مضبوط قوت ہے، امریکہ نے جب مصر شام اور دیگر ممالک میں رجیم چینج کرنے کا عمل شروع کیا تو تو عوام کی ایک بڑی تعداد اخوان المسلمون کی طرف چلی گئی جن کا پہلے سے ہوم ورک موجود تھا، عرب بہار کے نام سے ایک طوفان تھا جو پورے مشرق وسطی کو اپنے لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔

امریکہ نے جب دیکھا کہ حالات اس کے کنٹرول سے باہر ہورہے ہیں اور مشرق وسطی میں اخوان المسلمون رائے عامہ منظم کرکے عرب بہار لے آئی ہے اگر یہ کامیاب ہوگئی تو پورا مشرق وسطی جو تیل اور سونے کی دولت سے مالا مال ہے اور یہاں کے فوج اور عوام ایک مضبوط طاقت بن کر ابھریں گے ،جمہوری انداز سے یہ تبدیلی آئے گی جس کی مخالفت کا کوئی جواز بھی نہیں ہوگا، یہ خطے ترقی کریں گے اور امریکہ کی غلامی سے آزاد ہوجائیں گے، امریکہ نے اپنا منصوبہ تبدیل کیا، بادشاہتوں سے ہی رابطہ رکھنا ضروری خیال کیا۔

امریکہ نہیں چاہتا کہ دنیا میں اسلامی تحریکیں اقتدار میں آئیں اور اسلام کے آفاقی نظام کو قائم کریں جس کی دنیا کو تلاش ہے، اس وقت انسانوں کے بنائے ہوئے سارے نظام فیل ہوچکے ہیں اور دنیا ایک متبادل نظام کی تلاش میں ہے اور وہ متبادل نظام اسلام کی صورت میں مسلمانوں کے پاس ہے۔اگر اسلامی ممالک میں سے کسی ایک ملک میں بھی اسلام اپنی پوری روح کے ساتھ نافذ اور قائم ہوگیا تو دنیا میں سلیم لفطرت انسان ا س کے انفرادی اور اجتماعی نظام عدل کو دیکھ خود بخود مسلمان

ہوجائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے جو نظام بنا کر دیا ہے وہی نافذ اور قائم ہوگا تو دنیا امن کا گہوارہ بنے گی اور انسانیت کو سکون میسر آئے گا۔امریکہ اس نظام سے ڈر رہا ہے حالانکہ یہ سب انسانوں کی بھلائی کے لیے ہے۔امریکہ کو اسلام سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔

پاکستان میں رجیم چینج کے حوالے سے جو باتیں کی جارہی ہیں،ان کی حیثیت مشرقی وسطی کے حالات سے مختلف ہیں،پاکستان ایٹمی ملک ہے اسلامی اور مغربی دنیا میں اس کی اہمیت ہے،پاکستان کی فوج دنیا کی تیز ترین فوج ہے جدید ٹکنالوجی سے لیس ہے،22 کروڑ عوام ہیں جو ویژن رکھتے ہیں۔یہاں کے حالات اورمشرق وسطی کے حالات میں مماثلت بھی نہیں ہے۔یہاں لوگ آزاد ہیں جہاں چاہیں مظاہرہ کرتے ہیں اظہار رائے کی آزادی ہے لوگ کھل کر تنقید کرتے ہیں۔

پاکستان اسلامی ممالک میں وہ واحد ملک ہے جو کانٹے کی طرح مغرب کی آنکھ میں کھٹک رہا ہے،اس لیے پاکستان کے خلاف اسرائیل،ہندوستان امریکہ کی پرستی میں وار کرتے ہیں مگر ان کی دال نہیں گلتی۔پاکستان مظلوم کشمیریوں اور فلسطینیوں کا پشتیبان ہے۔پاکستان نے صرف کشمیریوں اور فلسطینیوں کے لیے دنیا بھر آواز بلند کرتا ہے بلکہ دنیا کے دیگر مظلوموں کے لیے بھی امید ہے۔

پاکستان اور اسلامی ممالک کے عوام اور اہل دانش کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اپنے ملک وملت کی بہتری چاہتے ہیں،تو اسلام کی طرف لوٹ آئیں،قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں،ملائشیا کے عوام نے فیصلہ دے دیا ہے قطر کی حکومت نے بھی جس انداز سے فیفا میں اسلامی سکالرز کو دعوت دی تا کہ وہ فیفا میں شرکت کرنے والوں تک دین کی دعوت پہنچائیں یہ تازہ ہوا کے جھونکے ہیں۔

ملت اسلامیہ بیدار ہورہی ہے اور یہی وقت ہے بیداری کا اسلامی تحریکیں اپنے اپنے انداز سے فعال اور متحرک ہیں۔عوام ان پر اعتماد کر رہے ہیں۔یہ تحریکیں ملت کو مغرب کی غلامی سے نجات اور امت کو عروج پر لے جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

قیادت کا امتیاز

عادل وانی

ہَوا ہے گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جسکو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

لغزشوں اور کوتاہیوں کے ساتھ ساتھ اگر قیادت کی خوبیوں اور اچھائیوں کو تحریر نہ کیا جائے تو یہ یک طرفہ اور جانب دار عمل یقیناً قلمکار کی ''قلمی اور تحریری'' خیانت شمار ہوتی ہے جبکہ ''قلم'' کا حق اور حُسن یہ ہے کہ اُسے صرف اور صرف سچ اور خیر کے لئے استعمال کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ سچا اور سمجھدار لکھاری اپنے ایک ایک لفظ اور جُملے کو ناپ تول کر لکھتا ہے تا کہ انجمنوں، جماعتوں اور تحریکوں میں موجود خیر وشر کو بغیر مبالغہ من وعن معزز قارئین تک پہنچایا جاسکے۔آگے بڑھنے سے پہلے یہاں پر اس اشکال اور الجھن کو دُور کرنا ضروری ہے کہ کیونکر خیر و شر کے یہ دونوں پہلو قارئین کے سامنے لائیں جائیں؟ میری دانست میں اس کی دو خاص اور بنیادی وجوہات ہیں۔

1۔قارئین تحریک کے ہر دو پہلوؤں (مثبت اور منفی) سے پوری طرح باخبر رہیں۔

2۔تاریخ کی جمع وتدوین کا کام ہوتا رہے تا کہ بعد میں آنے والے لوگوں کو کوئی قیادت اور تحریک سے جھوٹ کی بنیاد پر گمراہ نہ کرسکے۔

اس ابتدائیہ کے بعد اب آتے ہیں قیادت کے اُس امتیاز کی طرف جو وصف ہمیشہ ہمیشہ حالات وواقعات کے گرد وغبار میں عوام الناس اور خاصکر تحریکی متعلقین کی آنکھوں سے اوجھل رہا یا رکھا گیا۔''خیر'' کے اس پہلو کو کارکنان کے دلوں میں اُتارنے کے لئے کبھی کسی صاحبِ قلم نے وہ انتھک محنت اور کوشش ہی نہیں کی کہ جس سعی وجہد کا یہ اہم مسئلہ متقاضی تھا۔

''طوالت'' کا یہ نفسیاتی اثر ہے کہ وہ نہ صرف عام، جذباتی بلکہ منجھے ہوئے مسافروں کو بھی تھکاوٹ اور مایوسی کا شکار کردیتی ہے فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ عام اور جذباتی کارکن اس تھکاوٹ اور مایوسی کا اظہار کرتا ہے جبکہ مقام ومنصب کے اعتبار سے بڑے اور خاص لوگ اس تھکاوٹ اور پریشانی کا اظہار تک بھی نہیں کرپاتے اور برداشت وصبر کی یہی معراج اُنہیں معتبر،خاص اور قابلِ رشک بنادیتی ہے۔دُور تک پھیلے ہوئے مہیب ومنحوس سایوں،گھٹا ٹوپ اندھیروں اور تند وتیز ہواوں میں چراغِ اُمید جلائے رکھنا اور پھر چراغ کی اس ٹمٹماتی اور انتہائی کمزور روشنی سے اپنے قافلے کو مسلسل راستہ دِکھانے اور مجتمع رکھنے کا کام یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے اور اگر اتفاق سے اس ''قافلے'' کا ہر فرد اپنا ایک الگ مزاج،الگ سوچ،الگ پسِ منظر،الگ علمی یا جہلی کیفیت،الگ ذہنی استعداد،الگ رہن سہن اور الگ بود وباش کا مالک ہو تب تو ان منقسم اور متفرق سوچ وفکر کے حامل ہزاروں افراد کو دہائیوں تک صرف جمع رکھنا ہی کسی ''معجزے'' سے کم نہیں شمار ہونا چاہیے!

اب اگر آپ نہ صرف جمع ہیں بلکہ تمام تر آزمائشوں،مشکلات اور مصائب کے باوجود قدرے منظّم انداز میں کھڑے بھی ہیں تو یہ ''معجزہ'' یقیناً قیادت کی دُور اندیشی،دلنوازی،محبت اور خیر خواہی کا ہی مرہونِ منت ہونا چاہیے۔ہم خُود اس بات کے عینی شاہد ہیں کہ بڑے بڑے طوفان اور تیز ترین آندھیاں چلائی گئیں مگر یہ قافلہ پھر بھی گرتا سنبھلتا دھیمی چال سے ہی سہی مگر آگے ضرور بڑھتا رہا! قدم قدم پر سازشوں کے پے در پے جال بُنے اور بچھائے گئے،بدگمانی اور کردار کُشی کے زہر کو بھی اس تحریک کے رگ وریشے میں اُتارنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا اور علاقائی وتنظیمی عصبیت پر مبنی جہالت کے نعروں کو بھی چہار سو بلند کیا گیا لیکن یہ قافلہ ان تمام تر اوچھے اور مہلک ہتھکنڈوں کے باوجود موجود،مربوط اور منظّم رہا! کیوں؟ صرف اس لئے کہ اللہ کی تائید ونصرت کے بعد یہ ''قیادت'' کا وہ ہمالیائی عزم ویقین اور ہمت وحوصلہ ہی تھا کہ جس نے ہر طوفانی بھنور کے اندر بھی اس قافلے کی ''ناؤ'' کو ہر قیمت پر مقدم اور محفوظ رکھا۔جاری ہے۔

☆☆☆

اکبرالہ آبادیؒ

اکبرالہ آبادیؒ دورِغلامی میں پیدا ہونے کے باوجود غلامی سے مبرا و بلند تر تھے اور ایامِ آزادی کا سہرا بجا طور پر ان کے سر پر سجنے کا مستحق ہے۔اکبرالہ آبادیؒ ایک شخصیت نہیں ایک کردار کا نام ہے۔ اور یہ مصلح کردار ہر دور میں نوجوانانِ ملت اسلامیہ کے ہم رکاب رہا ہے

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

تاریخ انسانی میں کم وبیش بتیس اقوام یا تہذیبوں کا ذکر ملتا ہے جو غلامی کی اندھیری غار میں دھکیلی گئیں اور پھر ہمیشہ کے لیے کرہ ارض کے سینے سے انتقال کر کے تاریخ کے صحیفوں میں دفن ہو گئیں۔امت مسلمہ پر بھی تقریباً تین سو سالوں تک غلامی کے مہیب سائے لہراتے رہے اور اس دوران بدترین حالات بھی دیکھنے میں آئے،خاص طور پر امت کا فکری اغوا اور ایک ذہنی غلام طبقے کی پیدائش اور آج تک اس کا وجود امت کے لیے کسی المیے اور سانحے سے کم نہیں ہے۔اس مذکورہ تصویر کے تاریک رخ کے دوسری جانب روشن و تابناک پہلو یہ بھی ہے کہ دورِغلامی میں بھی امت کی کوکھ سرسبز و شاداب رہی اور اعلیٰ درجے کی قائدانہ صلاحیتوں کے حامل لوگ اس امت میں جنم لیتے رہے۔اس گرانقدر طبقے میں نابغہ روزگار نفوس قدسیہ نے امت کے سوادِاعظم کا قبلہ درست رکھنے کا کوہِ گراں جیسا فریضہ بڑی کامیابی سے سرانجام دیا۔گزشتہ صدی کے نصف تک امت پر سے غلامی کی زنجیروں میں آنے والے رخنے اسی طبقے کی جدوجہد کا ثمرہ تھے۔جناب اکبرالہ آبادی انہیں لوگوں میں سے ہیں جو دورِغلامی میں پیدا ہونے کے باوجود غلامی سے مبرا و بلند تر تھے اور ایام آزادی کا سہرا بجا طور پر ان کے سر پر سجنے کا مستحق و سزاوار ہے۔

جناب اکبرالہ آبادی(1846-1921) کا اصل نام ''سید اکبر حسین رضوی''تھا اور بحیثیت شاعر آپ ''اکبر''ہی تخلص کرتے تھے۔16نومبر1846ء آپ کا یوم پیدائش ہے اور یہ یوپی کے ضلع الہ آباد جیسے مشہور علاقے کا ایک چھوٹا سا ''بارہ''نامی قصبہ ہے۔ابتدائی تعلیم حسب رواج گھر میں ہی اپنے والد محترم جناب سید تفضّل حسین رضوی (نائب تحصیلدار) سے حاصل کی البتہ کچھ عرصہ کے لیے مولوی محمد فاروق کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہ کیا۔مشن سکول الہ آباد نامی سرکاری تعلیمی ادارے سے تکمیل تعلیم کے بعد محکمہ تعمیرات میں ملازمت اختیار کی۔کچھ مدت ایسٹ انڈیا ریلوے میں بھی ملازم رہے لیکن 1869ء میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ''مختاری''نامی مقابلے کے مروجہ امتحان میں کامیابی کے بعد نائب تحصیلدار بھرتی ہوگئے۔ بہترین کی کارکردگی کی بنیاد پر ایک ہی سال بعد 1870میں آپ کو ہائی کورٹ میں مسل خوانی کے اعلیٰ تر مقام پر ترقی مل گئی۔عام آدمی ہوتے تو کامیابیوں کی یہی سیڑھیاں شادیانے بجانے کے لیے

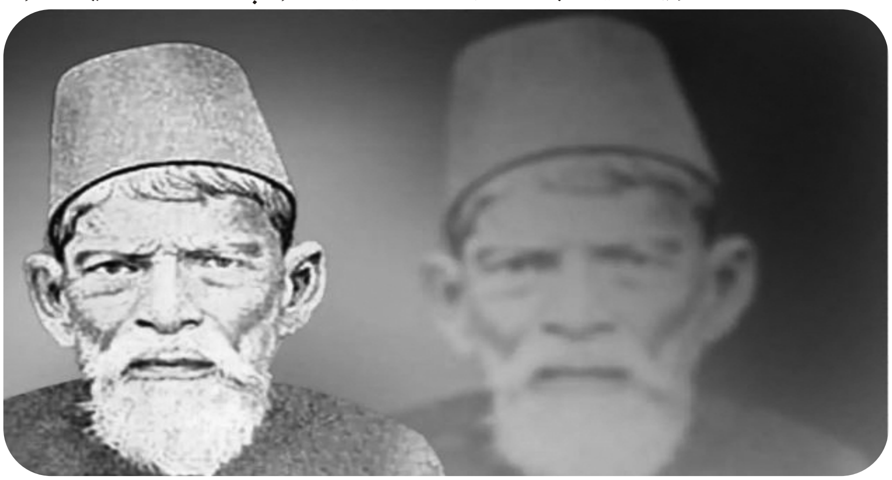

کافی تھیں،کیونکہ اس زمانے میں کسی مسلمان نوجوان کا ایسے مراتب تک پہنچ جانا کسی جوئے شیر سے کم نہ تھا۔لیکن جناب اکبرالہ آبادی نے اسی پر اکتفا نہ کیا اور 1872ء میں وکالت کے امتحان میں کامیابی کے بعد 1880ء تک وکالت کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو اسی سال منصف بنا کر میزان قضا تفویض کر دیا گیا،اس وقت کی اصطلاحات کے مطابق یہ ''عدالت خفیفہ''یعنی چھوٹی عدالت جسے آج کل غالباً سول کورٹ کہتے ہیں،کہا جاتا تھا۔1898میں سرکار کی جانب سے ''خان بہادر''اور مخزن لاہور کی طرف سے ''لسان العصر''کے خطابات سے نوازا گیا اور 1903ء میں خرابی صحت کی بنا پر قبل از وقت ملازمت کو خیرآباد کہ دیا۔1857ء کی جنگ آزادی،پہلی عالمی جنگ عظیم اور موہن داس مہاتما گاندھی کی امن تحریک کے ابتدائی ایام جیسے تین اہم ترین عالمی و مقامی تاریخی واقعات براہ راست آپ کے مشاہدے میں آئے تھے۔آپ نے دو شادیاں کیں،آپ کے فرزند سید عشرت حسین رضوی کو بھی ایک زمانہ جانتا ہے۔

اکبرالہ آباد کی وجہ شہرت ان کی ظرافت آمیز اور طنزیہ بامقصد شاعری ہے۔اردو دانی آپ کو وراثت اور ماحول سے براہ راست ملی تھی کیونکہ اردو کی جنم بھومی میں ہی آپ نے پرورش پائی تھی۔آپ کا عہد دورِعروج اور دورِغلامی کے عین درمیان میں واقع ہوا تھا کہ قدرت نے آپ کو ایک کی باقیات اور دوسرے کی شروعات کا بلاواسطہ مشاہدہ کرایا تھا۔دورِعروج کا تربیت یافتہ معاشرہ آپ نے بنظر غائر دیکھا،یہ وہ معاشرہ تھا جس نے اپنے سابق حکمران مغلیہ خاندان سے وراثت میں اعلیٰ علمی و ادبی ذوق،شعائر آزادی اور ملی شعور پایا تھا۔انگریز نے مغلیہ دور کے اس خام مال کو اپنے استعمال میں لاکر بہترین نظام چلا کر دکھایا۔اسے اپنے خلف رو حکمرانوں سے دیانت دار عملہ،انسانی حقوق کا پاسدار اور لسانی تعصب سے پاک ماحول،شاندار مذہبی رواداری سے آراستہ ملک،اپنے فن میں ماہر افرادِکار اور حفظ مراتب میں اپنے سے بڑوں کے فرمانبردار،اطاعت شعار اور تابع فرمان ملازمین میسر آئے۔جناب اکبرالہ آبادی نے یہ سب اپنی آنکھوں سے بنظر عمیق دیکھا کیا۔بدیسی حکمران نے بڑی چابکدستی سے ہندوستانی معاشرے کے ان خصائص عالیہ کو بتدریج بدترین لعائین غلامی میں بدل دیا۔گورے سامراج نے انگریزی

ذریعہ تعلیم، سیکولر جمہوری سیاسی نظام، غدار پرور جاگیردارانہ ذہنیت اور لڑاؤ اور حکومت کرو کے فارمولوں کی بنیاد پر دور عروج کی اعلی روایات کو غلامی کے قبیح و ملعون رویوں میں بدل دیا اور اپنے پیچھے ایک بگڑا ہوا، متعصب، اخلاقی گراوٹ کی انتہا پر پہنچا ہوا، فکری طور پر بانجھ، مذہبی انتہا پسندی سے بھرا ہوا، قتل و غارت گری، بدامنی اور صدی کی سب سے بڑی ہجرت اور مہاجرین پر شب خون کے ذریعے لوٹ مار، انسانیت سے عاری اور خواتین کی آبرو ریزی اور محرمات کی بے حرمتی کرنے والا اور معاشی آکاس بیل کا حامل نظام زندگی چھوڑ گیا اور فساد کے ایسے بیج بو گیا کہ نسلیں آج تک اس آتش انگریز کا ایندھن بن رہی ہیں۔ جناب اکبرالہ آبادی نے بدترین حالات کی یہ نہج اپنی فراست سے اسی وقت محسوس کر لی تھی اور انہوں نے اپنے شاعرانہ کلام میں کھل کر اس کا اظہار کیا ہے۔

جناب اکبرالہ آبادی کا کمال فن تھا کہ انہوں نے اتنی تکلیف دہ حقائق کو بڑے دلچسپ اور ہلکے پھلکے انداز سے پیش کیا۔ وہ سرکاری ملازم تھے اور انہیں یہ خوف بھی لاحق ہوسکتا تھا کہ براہ راست تنقید و تنقیص کے باعث ان کا ولایتی آقا انہیں ذریعہ روزگار سے محروم کر سکتا ہے بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ انہیں پس دیوار زنداں بھی دھکیلا جاسکتا تھا، اور 1857ء کی جنگ آزادی میں وہ یہ سب سفاک مظالم دیکھ بھی چکے تھے۔ لیکن ان کی فہم و فراست ہی نہیں ان کی جرات و شجاعت کو بھی سلام ہے کہ انہوں نے اپنی ملی و قومی ذمہ داریاں بدرجہ اتم نبھائیں اور افراد قوم تک اپنی فکرو دانست کو بڑے مزاحیہ انداز سے منتقل کیا

جناب اکبرالہ آبادی کا کمال فن تھا کہ انہوں نے اتنی تکلیف دہ حقائق کو بڑے دلچسپ اور ہلکے پھلکے انداز سے پیش کیا۔ وہ سرکاری ملازم تھے اور انہیں یہ خوف بھی لاحق ہوسکتا تھا کہ براہ راست تنقید و تنقیص کے باعث ان کا ولایتی آقا انہیں ذریعہ روزگار سے محروم کر سکتا ہے بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ انہیں پس دیوار زنداں بھی دھکیلا جاسکتا تھا، اور 1857ء کی جنگ آزادی میں وہ یہ سب سفاک مظالم دیکھ بھی چکے تھے۔ لیکن ان کی فہم و فراست ہی نہیں ان کی جرات و شجاعت کو بھی سلام ہے کہ انہوں نے اپنی ملی و قومی ذمہ داریاں بدرجہ اتم نبھائیں اور افراد قوم تک اپنی فکرو دانست کو بڑے مزاحیہ انداز سے منتقل کیا۔ حقیقت یہ ہے ان کے ان مزاحیہ اور ہلکے پھلکے اسلوب پر صد ہزار سنجیدہ اسالیب قربان کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے عہد میں لسانی ادب بے پناہ تکلفات کا شکار ہو چکا تھا اور آسان و سہل مدعا و جذبات و احساسات و مناظر کو مشکل تراکیب و استعارات میں ڈھالنا معراج فن گردانا جاتا تھا، آپ کے عہد کے بعد تک بھی اکثر شعرا نے اس تکلف بردار انداز سخن کی تسکین کے لیے اردو سے نکل کر فارسی زبان کا سہارا بھی لیا۔ لیکن جناب اکبرالہ آبادی کا مقصد شعر و سخن چونکہ بیداری و آزادی ملت تھی اس لیے ان کے کلام میں تکلفات نام کو بھی نہیں ملتے اور اتنی سادہ، اتنی آسان فہم اور اتنی دلآویز اشعار ہیں کہ بچوں سے بڑوں تک سب کا شوق مطالعہ اور لذت سماع ختم ہی نہ ہو۔ اگرچہ آج ایک صدی بیتنے کو ہے لیکن سچ ہے کہ ان کا کلام آج کے حالات پر بھی صادق آتا ہے کیونکہ اس سیکولرازم نے قوموں کو غلام بنایا اور اسلام نے غلاموں کو بھی اتنی فکری آزادی دی کہ یہ صرف امت مسلمہ کا طرہ امتیاز ہے کہ آزادانہ اسلامی سیاسی نظام کے باعث غلاموں کے خاندان بھی مسند اقتدار پر براجمان رہے۔ لیکن تف ہے اس دور غلامی پر کہ اس کمپنی کی حکومت نے ذہنی غلامی کی بدعت کو جنم دیا اور نام نہاد اعلی تعلیم یافتہ و مراعات یافتہ طبقات اعلی درجے کے بدترین وفادار غلام ثابت ہوئے اور اس تہذیبی، تعلیمی، ثقافتی، دفاعی، سیاسی و معاشرتی غلامی میں مبتلاء اور حتی کہ بیت الخلاء اور کمرہ استراحت و غرفہ طعام تک میں مغربی تہذیب کی کھینچی ہوئی غلامانہ لکیر کے بدترین فقیر اور عقل کے اندھے غلام بھی اپنے آپ کو آزاد خیال، جدت پسند، ترقی پسند اور روشن خیال تصور کرتے ہیں جن کے جسمانی لباس اور زبانی لہجے آج بھی غلامانہ طریق گندگی و غلاظت سے آلودہ ہیں اور ان کی بدبودار سڑاند سے پورا معاشرہ غلامی کے اذیت ناک و انتہائی تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہو رہا ہے۔

اکبرالہ آبادی کو صرف شاعری، ادب اور اسلوب نگارش کی عینک سے دیکھنے والے ان کے ساتھ شاید انصاف نہ کر پائیں۔ اکبرالہ آبادی ایک شخصیت نہیں ایک کردار کا نام ہے اور یہ مصلح کردار ہر دور میں نوجوانان ملت اسلامیہ کے ہمرکاب رہا ہے، انہیں دوست اور دشمن میں تمیز سکھاتا رہا ہے، انہیں اپنے اور غیر میں فرق سمجھاتا رہا ہے اور انہیں دشمن کے خوبصورت نعروں اور وعدوں میں چھپے ہوئے شکاری کے جال میں حقیقت احوال بتاتا رہا ہے۔ تحریک آزادی پاکستان کے تناور اور ناقابل تسخیر قلعے کی بنیادوں میں اکبرالہ آبادی کی فکر کا مضبوط مصالحہ لگا ہے اور وطن عزیز کے تناور درخت کی جڑوں میں آبیاری کا فریضہ مغربی تہذیب کے خلاف شعور اجاگر کرنے والے اکبرالہ آبادی جیسے کرداروں نے کیا ہے۔ یہ کردار آج بھی زندہ ہیں اور آئندہ بھی زندہ رہیں گے اور انہیں کی کاوش و سعی جمیلہ سے غلامی کی باقیات السیات سے بہت جلد ملت اسلامیہ پاک ہونے کو ہے اور حقیقی آزادی کا سورج بس پس دیوار فردا طلوع ہونے کو ہے اور وہ وقت اب آن پہنچا ہے کہ ملت اسلامیہ سمیت کل انسانیت فاران کی چوٹیوں سے بلند ہونے والے مینارہ نور کے نیچے پر امن پناہ حاصل کر پائے گی، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

☆☆☆

ڈاکٹر ساجد خاکوانی معروف دانشور اور استاد ہیں۔
کشمیرالیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں۔

مجلس خواتین فکر وخیال

شہزاد منیر احمد

بیگم بشریٰ نصابی اعتبار سے کوئی زیادہ پڑھی لکھی خاتون نہ تھی۔اخبار بینی، کتاب دوستی اور علم وادب سے شغف نے مگر ان کی شخصیت کو واقعتاً ایک دانشمندانہ نکھار دے کر ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔

دن بھر وہ گھریلو ذمہ داریوں میں مصروف رہتیں۔ شام کو اخبار، اس طرح پڑھتیں جیسے صبح اس پر REVIEW لکھنا ہو۔۔ماہنامہ حکایت ایک عرصے تک گھر منگوایا کرتیں۔دوسری خواتین کے ساتھ بیس لائبریری جا کر خود اپنے ذوق وشوق اور پسند کی کتابیں لے کر آتیں۔۔شروع شروع میں انہیں دشواریوں کا سامنا بھی ہوا۔مثلاً اجنبی اور مشکل الفاظ کے معنی،ادبی اصطلاحات کا استعمال اور گھریلو ذمہ داریاں بالخصوص چھوٹی عمر کے بچوں کو بھی سنبھالنا وغیرہ وغیرہ۔

بیگم بشریٰ جتنا صاف وسادہ عقیدہ رکھتی تھیں اس سے زیادہ اخلاص اور یقین سے اس پر عمل پیرا بھی تھیں۔مہمان نواز تو وہ پائے کی تھیں۔مطالعہ کرتے ہوئے رک کر کہتیں "اس کا کیا مطلب ہے " اور کتاب میری طرف بڑھا دیتیں۔" پڑھے جانے والے موضوعات پر وہ میرے ساتھ تبادلہ خیال بھی کرتیں۔۔اب ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہ نئی بات یا واقعہ پر بات کریں اور نئے سیکھے ہوئے الفاظ روزمرہ کی گفتگو میں استعمال کریں۔ایسا کرنے سے ان میں پیدا ہونے والے اعتماد کا نکھرتا ہوا رنگ ان کے کھلتے ہوئے چہرے اور REFLEXES سے عیاں ہوتا تھا۔۔

بیگم بشریٰ کو مشہور ادیب خواتین کی کتابوں اور سوانح عمریاں پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔مشہور ونامور شخصیات کیا پاکستانی اور بین الاقوامی کے اخبار میں چھپے انٹرویوز بڑے غور سے پڑھتی تھیں۔ ان کی یادداشت بلا کی تھی۔کہی سنی بات،بگھتے ہوئے حالات نظر سے دیکھے مناظر کو اپنے ذہن میں بڑی نفاست سے محفوظ رکھتی تھیں۔تلاوت قرآن پاک اردو ترجمہ کے ساتھ بعد نماز عصر کیا کرتیں۔۔

گھریلو ذمہ داریوں، بچوں کی وردی اور سکول بستے تیار کر کے جب کمرے میں لوٹتی تو سب سے پہلے اخبار پکڑتی تھیں۔۔اگر اخبار موجود نہ ہوتا تو خفا ہو کر مجھے کہتی جائیں اب آپ میرا اخبار ڈھونڈ کے لائیں۔کہا کرتی تھیں اخبار پڑھنے سے میری دن بھر کی ساری تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔مطالعہ کرتے میرے دل میں ایک عجیب سی خوشی کا ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔مجھے کتابیں پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں اپنی ڈائری لکھتے لکھتے رک گیا۔ 9 نومبر 2001 کو امریکہ میں دو ٹاور گرائے گئے۔اس واقعہ کو عام طور پر 9 الیون کہہ کر پکارا جاتا ہے،جس کے بارے کہا گیا تھا America under attack. اس واقعہ کو امریکہ نے افغانستان میں موجود سعودی شہری اسامہ بن لادن کا منصوبہ قرار دیا تھا۔امریکہ افغانستان پر حملہ کرنے میں پاکستان کی مدد ومعاونت چاہتا تھا۔جس کے لیے امریکی چیف آف ڈیفنس کمیٹی نے پاکستان کے صدر جنرل پرویز مشرف کو دھمکی امیز فون کر کے کچھ سوالات پوچھے تھے۔مجھے اس جنرل کا نام بھول رہا تھا۔میں نے بشریٰ سے ایسے ہی ذکر کر دیا تو انہوں نے بتایا "میرے خیال میں اس افسر کا نام جنرل کولن پاول تھا" میں بڑا خوش ہوا اور بشریٰ سے کہا یار تو تو بڑی ذہین ہے مسکراتے ہوئے بولی،تو پھر TREAT، آئس کریم۔

بیگم بشریٰ مختلف تقریبات میں شامل ہوتیں تو نسوانی نفسیات کے مطابق بات کا آغاز کرتیں،کوئی موضوع متعارف کروا کر خود خاموش ہو جاتی اور پھر بڑی توجہ سے دوسری خواتین کے احساسات، تبصرے اور باتیں سنتیں اور ENJOY کرتی تھیں۔

ایک بار ہسپتال CMH انہیں داخل ہونا پڑا۔سینیئر آفیسرز والا کمرہ Suit مل گیا تھا۔سہولتوں کے اعتبار سے تو ہم مطمئن تھے مگر ہم سمجھ رہے تھے کہ وہ اکیلی اداس ہوں گی۔کیوں کہ کمرے میں ساتھ ٹھہرنے کے لیے گھر سے ان کی ہمشیرہ ابھی نہیں پہنچی تھیں۔بہرکیف شام کو جب ہم ہسپتال وارڈ پہنچے تو وہاں پیرا میڈیکل اسٹاف لیڈیز بیگم بشریٰ کے اردگرد بیٹھی خوش گپیاں کر رہی تھیں۔بیگم بشریٰ نے ان کی خاطر مدارت کے لیے اچھے خاصے لوازمات منگوا رکھے تھے۔ساری لیڈیز ایک دوستی کے ماحول میں بیٹھی ہنسی مذاق اور چھیڑ خانیوں میں مشغول تھیں۔میں نے چھوٹی بیٹیوں کو کمرے میں بھیجا اور خود میں باہر لان میں جا کر بنچ پر بیٹھ گیا۔بعد میں بیگم بشریٰ نے اس جمگھٹے میں ہونے والی مجلس کی پوری روداد کو مزے لے لے کر میرے ساتھ SHARE کیا۔

میں سوچنے لگا کہ انسان میں مسرت اور محبت کی ضرورت قدرت نے یکساں تقسیم رکھی ہے۔جس طرح۔روح کو بڑھی اور چھوٹی روح میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اس طرح محبت کو بھی مذکر اور مونث میں نہیں بانٹا جا سکتا۔انسان، کیا عورت کیا مرد اس باہمی محبت کی کہیں تلاش میں اور کہیں اسے دوام بخشنے میں ساری زندگی گزار دیتا ہے۔خوش مگر وہ اپنے ہم جنسوں میں

شامل ہوکر ہی ہوتا ہے۔

میں نے بیگم بشریٰ سے خواتین کی اس Social gathering کی سنی ہوئی تفصیلات کو اپنے لفظوں میں رقم کیا اور بیگم بشریٰ سے پڑھوایا کہ میں نے کوئی غیر ضروری، قابلِ اعتراض بات یا نامناسب الفاظ تو نہیں لکھ دیئے۔ آگے بیان کردہ پیراجات (مکالمے) اس بیٹھک میں شامل خواتین کے ہیں۔ اپ پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج کی خواتین اس دور کی ثقافت میں اپنی ذات کے اعتبار سے کیسے سوچتی ہیں۔

عورت کتنے ہی مضبوط اعصاب کی مالک اور پر اعتماد کیوں نہ ہو اسے ایک مرد (باپ بھائی اور خاوند) کا ساتھ زیادہ محفوظ اور مضبوط بناتا ہے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں

نہ پردہ، نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد

عورت کی فطری تشکیل اس کے ہاں اولاد کی پیدائش سے مکمل ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں اور جیسے کہیں ترقی ہوئی ہے وہ عورت کے بطن سے جنم لینے والے مردوں کے علم و ہنر اور محنتی ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ بے شک وہ خود کچھ لکھے یا نہ لکھے مگر دنیا بھر کے تحقیقی ادب، خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہے کی تخلیق کرنے والے اسی "عورت" کے فرزند ہیں

عورت بظاہر مٹی کی ایک مٹھی ہے یعنی خاکی جسم رکھتی ہے۔ لیکن وہ آسمان کی بلندی پر چمکتی ہوئی ثریا (ستاروں کا جھرمٹ) سے بھی بڑھ کر روشن کرنے والی ہستی ہے۔

شرف میں بڑھ کے ثریّا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں

عورت، اپنی ہیبت اور حیثیت کے اعتبار سے اس وسیع و عریض کائنات میں بہت بڑی حقیقت ہے جسے سمجھنا بیشک ناممکن نہیں مگر مشکل ضرور ہے۔ وہ سوچتی ہے، خواب دیکھتی ہے۔ کبھی شاد تو کبھی مغموم بھی۔ اس کا وجود مرد کی دل جوئی کے لیے ہے۔ ہمیں بھی اس محترم تخلیق (عورت) کو اسی مقام کمال پر اپنا معتبر رفیقِ بنا کر رکھنا چاہیے، جس کی وہ حقدار ہے۔ جس قوم نے اپنی عورتوں کو ان کے فطرت کی طرف سے ودیعت کردہ کردار

> ہماری خواتین جب گھر کی چار دیواری میں اپنے مریضوں کی تیمارداری، نگہداشت اور علاج معالجہ میں معاونت کریں تو ہم اسے ماں کی ممتا، بہن کی محبت، بھائی کا احساس ذمہ داری، خالہ اور پھوپھی کے پیار کا نام دے لیتے ہیں۔ وہی عملی خدمت جب ہسپتال میں ملازم لڑکیاں ادا کریں تو انہیں NURSE. کہہ کر ان کی توہین کرتے ہیں طنزیہ ریمارکس دے دے کر دکھی کرتے ہیں۔ ان کے اسکینڈل بنا بنا کر پیش کرتے ہیں۔

(نسلوں کی کردار سازی) سے محروم رکھا اور نئی نسل علم و فن اور جفا کشی سے بھی دور رہی تو وہ قوم جلد مرمٹ گئی۔ چنگیزی اور تیموری نسل کا عروج دنیا نے دیکھا مگر چونکہ گنوار تھے بے علم تھے اس لیے جلد گمنامی کے پہاڑوں تلے دب گئے۔ مرد کی محبت عورت کی فطری کمزوری ہے۔ جسے وہ پانے کے لیے کٹھن سے کٹھن حالات کا بھی سامنا کر گزرتی ہے۔ محبت کی محرومی سے عورت کا حسن گہنایا گہنایا رہتا ہے اور وہ خود ادھوری ادھوری۔ خاوند کی نسبت سے عورت وہ عورت بنتی ہے جس کے بارے علامہ اقبال نے فرمایا ہے

'' وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں ''

مکالمہ جات

بیگم بشریٰ

سچ اور سچائی کے امتیاز کو تو شاید میں بیان نہیں کر سکتی۔ مگر یہ پورے وثوق کے ساتھ کہتی ہوں کہ میں بحیثیت بشریٰ کائینات کا سچ ہوں اور بحیثیت مسز بشریٰ منیر ایک سچائی ہوں۔ جب بھی کوئی مجھے مسز منیر کہہ کر مخاطب کرتا ہے تو میرے جسم میں خوشیوں کی دوڑتی ہوئی اس سچائی کی لہروں کو نمایاں دیکھا جا سکتا ہے۔۔

ایک نرس

میں ایک ایسی موم بتی کی طرح جل رہی ہوں جس کے دونوں کناروں (غیر مطمئن حال اور غیر واضح مستقبل) کو آگ لگی ہوئی ہے۔ میں پگھل پگھل کر مر رہی ہوں مگر میرے جلنے اور روشنی سے کسی کو کوئی نہ فائدہ ہو رہا ہے نہ میرے مرنے کا احساس۔

ڈاکٹر چنتا

میں روز اس سے (خود کلامی) میں باتیں کرتی اور کہتی ہوں اگر تمہاری محبت کے نور سے وضو سے میں اپنے وجود کو طہارت نہیں بخش پائی تو تمہاری یادوں کے سرور کے تیمّم سے محبت کا کفارہ ادا کرلوں گی۔ تم میرے ان حقیقی جذبوں اور واجب سجدوں کو تو کم از کم قبول کرلو تا کہ میں سکون سے مر سکوں۔

دوسری نرس

تم شہروں میں بسنے والی عورتوں کی آدھی قمیض اور مختصر شلوار کو خوبصورت لباس کہہ کر خود کو دھوکا دیتی ہو۔ دوپٹہ تمہاری ثقافت کا باوقار جز و ہوا کرتا تھا اسے تم ترک کر چکیں۔ خوبصورت لباس یہ ہے جو اس وقت میں نے پہن رکھا ہے۔ جس نے میرے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں تک میرا جسم پردے میں چھپا رکھا ہے کہ۔ میں ایک عورت ہوں، اور عورت پردے ہی میں جچتی ہے۔ بے پردہ عورت خود کو دکھاتی ضرور ہے اسے مگر دیکھتا کوئی نہیں عورت شرم و حیا میں رہے تو وہ جاذب نظر بھی ہوتی ہے اور وضع دار بھی۔

ڈاکٹر نصرت

میں تو ان سے کہتی ہوں، یہ سوال کہ میں نے تمہیں کیسا پایا ہے۔ کہہ سکتی ہوں کہ اگر تم زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوتے یا جاہلیت آج ہمیں فتح کر لے تو لوگ آپ کو دیوتا بنا کر تمہاری پوجا شروع کر دیں۔ رہ گئی میں تو میری۔ بات اور ہے۔ تم نے مجھے محبت کسی اعزاز کی طرح بخشی ہے میں تمہاری شکر گزار ہوں۔۔

نرس شائلہ

ہماری خواتین جب گھر کی چار دیواری میں اپنے مریضوں کی تیمارداری، نگہداشت اور علاج معالجہ میں معاونت کریں تو ہم اسے ماں کی ممتا،، بہن کی محبت، بھائی کا احساس ذمہ داری، خالاوں اور پھوپھیوں کے پیار کا نام دے لیتے ہیں۔وہی عملی خدمت جب ہسپتال میں ملازم لڑکیاں ادا کریں تو انہیں NURSE. کہہ کران کی توہین کرتے ہیں طنزیہ ریمارکس دے دے کر دکھی کرتے ہیں۔ان کے اسکینڈل بنا بنا کر پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر نبیلہ راجہ

شادی کروں گی، کروں گی اور ضرور کروں گی۔

دیکھیں میں سب سمجھتی ہوں، اس دنیا والوں کو بھی اور اپنے آپ کو بھی۔میں کسی طلسماتی شہزادے یا خوابوں کے امیر زادے کی تلاش میں نہیں ہوں۔نہ ہی میں کسی چھیل چھبیلے گھبرو نوجوان کی منتظر ہوں۔میں تو گوشت پوست کے ایک ایسے فرد سے جیون بندھن باندھنا چاہتی ہوں جو مجھے بیوی سمجھتے ہوئے خود کو میرا محافظ خاوند ثابت کرکے رہے، نہ کہ بھیڑوں کے کسی گلے کا گڈریا بن کر مجھے ہانکتا پھرے۔میں غلطی کروں تو وہ مجھے روکے ٹوکے۔میں اچھا کام کروں تو وہ میری حوصلہ افزائی کرے۔ہم اکٹھے بیٹھ اپنے مستقبل۔کے خاکے کھینچیں۔دکھ سکھ اور۔انس والفت شیئر کریں۔

نرس سیماں گجری

پہلے مجھے اس کے بارے کچھ کہہ تو لینے دیں یار پھر بات کرنا۔

وہ بڑے اونچے اونچے تعریفی جملوں سے میرا تعارف کرواتا ہے، مگر جب وہ اس سچ سے کنی۔کتراتا ہے کہ میں ایک نرس ہوں تو میں خود کو ایک بیوقعت سی شے سمجھنے لگتی ہوں اور اسے مٹی کا مادھو۔اپ۔میرے ساتھ اتفاق کریں گی کہ ایسا رویہ محبت کی دنیا میں یقیناً دیرپا نہیں ہوتا۔۔

سنجیدہ مزاج عمر رسیدہ مریضہ

بس بیٹا، یہی اللہ کا کرم ہے اتنی طویل ازدواجی زندگی گزر گئی۔ بڑے اطمینان اور شکر کی گزری۔مشکلات دیکھیں، تنگ دستی دیکھی اور خوشحالی بھی۔اللہ نے ہر نعمت عطاء فرمائی۔

شادی ہونے کے بعد ہم دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا کہ ہمارا دن اس احساس کے ساتھ گزرے کہ ہم دولہا اور دلہن ہیں۔روزمرہ کی زندگی میں اختلاف نہیں کریں گے۔اور ناراض نہیں ہونگے۔ہماری پچھلی زندگی کے کٹورے میں پانی تھا یا دودھ، اس کٹورے میں نئی زندگی ڈالنے کے لیے اس کو اب انڈیلنا پڑے گا۔تب ہی کچھ نیا ڈالا جا سکے گا یہ طرز فکر مجھے علامہ اقبال کے فلسفہ "تخریب تمام" سے ملا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ نے انسان پیدا کرنے کے لیے "ہمارے زمانہ عدم '' کو مکمل ختم کر کے انسان کو نئی زندگی عطاء فرمائی۔زمین کی اس زندگی کو ختم کر کے آخرت کی زندگی دے گا۔ یہ تغیر اور تغیر پسندی اللہ الرحمٰن کو بڑی پسند ہے۔اس فلسفہ کی رو سے ہمیں سوچتے رہنا چاہیے کہ آج کا دن اپنی پوری راحتوں، آب وتاب، ظلمتوں اور دشواریوں کے ساتھ مکمل ختم ہو جانے والا ہے۔ ہمارے ہاتھ لگنے والی آج کے دن کی مہلت کو جتنا پاکیزگی اور پارسائی کے قریب رکھ سکتے ہیں اس کے لیے کوششیں کرنا چاہیں۔کیونکہ اللہ کریم کا وعدہ ہے کہ "لیس للانسان الا ماسعی" تمہیں وہی کچھ ملے گا جس کے لیے تم کوشش کرو گے۔۔۔ یہ۔ہمارا ایمان ہے کہ "انک لاتخلف المیعاد" اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔۔

بیگم بشریٰ میں ذاتی طور پر آپ کی شکر گزار ھوں کہ آپ نے بیمار ہونے کے باوجود اتنی اچھی ایک طرح سے ہماری TEAPARTY کردی ہے۔،اور وہ بھی ہسپتال میں۔اللہ تعالیٰ آپ کو سدا سلامت، خوش اور مہمان نواز رکھے۔سب نے کہا آمین۔ڈاکٹر نبیلہ راجہ بولیں، اگلی چائے ہم بیگم بشریٰ کے گھر جا کر پیئیں گے کیونکہ یہ تو کل ہسپتال سے فارغ ہو جائیں گی۔

بیگم بشریٰ نے مسکراتے ہوئے کہا، ضرور ضرور، میں خود آپ کو بلواؤں گی۔

تم شہروں میں بسنے والی عورتوں کی آدھی قمیض اور مختصر شلوار کو خوبصورت لباس کہہ کر خود کو دھوکا دیتی ہو۔دوپٹہ تمہاری ثقافت کا باوقار جزو ہوا کرتا تھا اسے تم ترک کر چکیں۔خوبصورت لباس یہ ہے جو اس وقت میں نے پہن رکھا ہے۔جس نے میرے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں تک میرا جسم پردے میں چھپا رکھا ہے کہ۔میں ایک عورت ہوں، اور عورت پردے ہی میں جچتی ہے۔بے پردہ عورت خود کو دکھاتی ضرور ہے اسے مگر دیکھتا کوئی نہیں عورت شرم وحیا میں رہے تو وہ جاذب نظر بھی ہوتی ہے اور وضع دار بھی

شہزاد منیر احمد (گروپ کیپٹن ریٹائرڈ) راولپنڈی / اسلام آباد کے معروف ادیب، شاعر، مصنف اور کالم نگار ہیں، کشمیرالیوم کے لیے مستقل بنیادوں پر بلامعاوضہ لکھتے ہیں

آنگن کی چڑیا

سعید اختر اعظمی

دروازے کا باہری قفل کھول کر جوں ہی میرے قدم دہلیز کے اندر داخل ہوئے گرد و غبار اور تنکوں کے ڈھیر دیکھ کر غصہ آنا عین فطری تھا۔'غضب میرے خدا! اب یہ صفائی بھی کرنی پڑے گی'۔زچگی کے بعد اسپتال سے ڈسچارج ہوکر میرے ہمراہ آنے والی شریک رنج وراحت زرینہ کے تأثرات بھی مجھ سے مختلف نہیں تھے۔'شاید آرام کا ایک بھی لمحہ نصیب میں نہیں ہے۔فوری کمربستہ نہ ہوجاؤں تو یہ گھر رہنے کے قابل نہ رہے گا'۔ مجھے بھی زرینہ کی تکلیف کا احساس تھا اسی لیے اس کے شانوں پر تسلی بھرا ہاتھ رکھا۔'تم بالکل پریشان نہ ہو۔اس مہم میں تمہیں میرا بھرپور تعاون ملے گا'۔وہ مسکرائی تو اس کے سفید دانت چمک اٹھے۔'آپ ایسا کیجیے۔ننھی گڑیا کو سنبھال لیجیے اور میرے ساتھ ساتھ رہیے۔ یہ کام چٹکی بجاتے ہوجائے گا'۔چند لمحوں میں واقعی کمال ہوگیا۔زرینہ نے خاتون خانہ کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے منٹوں میں گھر کو آئینہ کی طرح چمکا ڈالا تھا۔

نکاح کے دو بول سے دل وجاں سے قریب آجانے والی زرینہ میری خالہ زاد تھی۔مجید خالو اور خالہ برکت کی اکلوتی اولاد، جو اُن کی جان تھی۔خالہ برکت اماں رحمت سے دو برس چھوٹی تھیں۔ابا شرافت علی پورے علاقہ میں میاں شرافت کے نام سے مشہور تھے۔انتہائی صابروشاکر انسان، جو تھوڑی سی زمین سے ہونے والی فصل کو گھر لاکر یوں سجدہ شکر ادا کرتے جیسے اناج سے گودام بھرلیا ہو۔اماں بھی خوب تھیں۔وہ اسی اناج سے تھوڑا سا بچا کر بازار میں فروخت کرآتیں اور اس سے ملنے والی رقم آڑے وقتوں کے لیے محفوظ کرلیتیں۔ان کا خیال تھا کہ مصیبت بتا کر نہیں آتی۔ایسے میں یہ رقم ضرور کام آئے گی۔

اماں کی شادی کے دوسرے برس ہی رب کریم نے میرے وجود سے ان کی سونی آغوش آباد کردی۔ننھے جمال کی کلکاریوں سے در و دیوار مسکرا اٹھے۔اسی دوران نانی اماں اکلوتی خالہ برکت کی شادی کے لیے بھاگ دوڑ میں لگی رہیں جو دو محلّہ آگے مجید میاں پہ جاکر ختم ہوئی۔ان کے ابا اماں برسوں پہلے انھیں اکیلا چھوڑ کر شہرخموشاں آباد کرچکے تھے۔آگے پیچھے کوئی نہ تھا۔وہ ایک آفس میں بطور کلرک کام کرتے تھے۔تنخواہ کم تھی مگر کبھی حرام رقم کو ہاتھ نہ لگایا۔یہی ادا نانی اماں کو پسند آئی۔اتفاق کی بات ابا کے بھی آگے پیچھے کوئی نہ تھا۔دونوں دامادوں میں قدرمشترک ایمانداری اور شرافت تھی جس کا تذکرہ ہر زبان پر تھا۔نانی اماں نے بھی رشتہ جوڑنے میں دیر نہیں لگائی۔یوں چند ہی دنوں میں مجید خالو کی ویران زندگی میں بہار آگئی۔

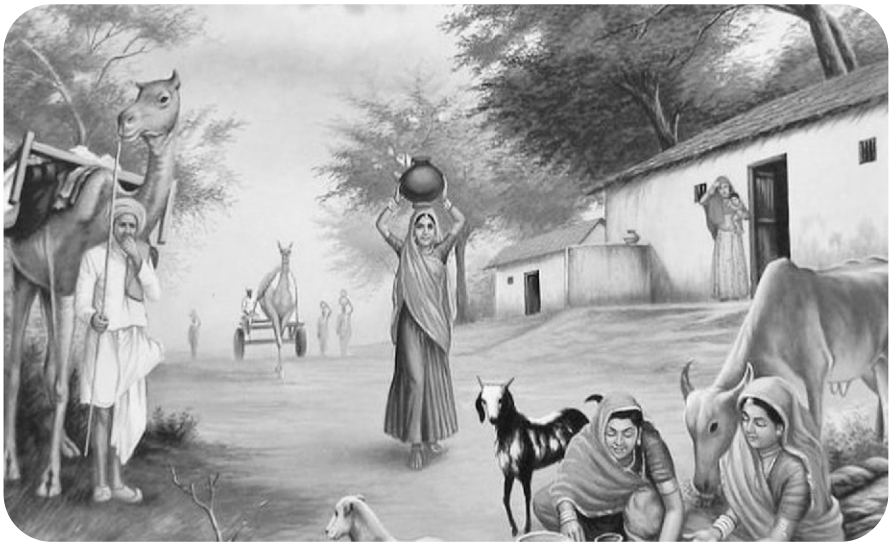

نانی اماں نے امی کی شادی کے وقت اپنا مکان گروی رکھ کر تھوڑی سی رقم ساہوکار سے لی تھی۔اس کی دوسری قسط خالہ کی شادی کے وقت لے کر انہوں نے خود کو بے گھر کر ڈالا۔ساہوکار میں شاید تھوڑی سی انسانیت برقرار تھی جو اس نے مکان پہ مکمل قبضہ ہونے کے بعد بھی ایک ماہ تک رہائش کی مہلت دے دی تھی۔اس گھر سے نانی اماں کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ نانا کے انتقال کے بعد جب کوئی سہارا نہ رہا تو انہوں نے ایک کمرہ کرایے پہ دے کر روزمرہ کے اخراجات پورے کیے۔یہ ایسا سائبان تھا جس نے ہر سرد و گرم سے انہیں محفوظ رکھا تھا۔اس سے ابدی جدائی کا انہیں قلق تھا،لیکن کیا کرتیں،کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا۔

امی کی شادی کے بعد برکت خالہ کا ساتھ انھیں ملا۔جب یہ بھی پیا دیس سدھاریں تو نانی اماں اکیلی رہ گئیں۔امی اور خالہ نے انہیں اپنے ساتھ رکھنے کے ہزار ہا جتن کیے جو بے سود ثابت ہوئے۔ان کا ماننا تھا کہ اس گھر سے اب ان کا جنازہ ہی نکلے گا۔تھک ہار کر یہ ترکیب نکالی گئی کہ صبح وشام وقت نکال کر امی اور خالہ وہاں چلی جائیں اور کھانے پینے کا انتظام کرآئیں۔گھر سے مستقل جدائی کا غم نانی اماں کو گھُن کی طرح کھوکھلا کرتا گیا۔ایک ماہ پورے ہونے میں ابھی چوبیس گھنٹے باقی تھے۔رات کو امی اور خالہ سے مل کر بستر پہ جانے والی نانی اماں ایسی گہری نیند سوئیں کہ صبح جاگنے جگانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

خالہ برکت کی شادی کو ایک برس گزر گیا لیکن ان کے آنگن میں کوئی پھول نہ کھلا۔وہ پریشان ہوگئیں۔ مجید خالو نے ڈاکٹروں سے رجوع کیا تو پتہ چلا کہ مشیت ایزدی یہی ہے،سو صبر کرلیا۔یہ پانچواں برس تھا جب قدرت کو ان کی تنہائی پہ رحم آگیا۔انہیں ڈاکٹروں نے ماں بننے کی نوید سنائی تو وہ خوشی سے نہال ہوگئیں۔وقت مقررہ پہ جب ان کی آغوش میں ننھی گڑیا آئی تو ممتا کے احساس سے وجود سرشار ہوگیا۔مجید خالو کا ماننا تھا کہ یہ گڑیا ان کی زندگی میں بہار بن کرآئی ہے اس لیے اسے 'بہار' نام دینا مناسب رہے گا۔ برکت خالہ نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ میری زندگی کے اندھیرے میں نور بن کرآئی ہے اس لیے اس کا نام 'نورٌ علیٰ نور' ہوگا۔خالو نے اس شرط پر مان لیا کہ وہ اتنے طویل نام

کو مختصر کر کے اسے 'اجالا' کہیں گے۔ 'اجالا' اپنے نام کی طرح سرخ و سفید رنگت کی تھی، گول مٹول پیاری سی، جو بھی دیکھتا اسے دُلار ضرور کرتا۔ جب عقیقہ کا مرحلہ آیا تو مسجد کے امام صاحب نے کہا کہ یہ کوئی نام نہیں ہے، کوئی اچھا سا نام رکھیں۔ یوں ان کی تجویز پہ 'زرینہ' نام دیا گیا۔ اس تقریب میں امی بھی شریک ہوئیں اور مبارک موقعے کو یادگار بناتے ہوئے اسے اپنے گھر کا اجالا بنانے کا وعدہ بھی کروالیا۔

اٹھارہ برس جیسے پل جھپکتے گزر گئے۔ امی اور خالہ کے بالوں میں چاندی کے تار جھلملانے لگے تھے۔ ایک خوبصورت شام سادہ سی تقریب میں زرینہ میری دلہن بنی اور خالہ برکت کا گھر چھوڑ کر امی کا آنگن آباد کر لیا۔ بیٹی کی شادی سے سبکدوش ہونے کی خوشی تھی یا گھر کی ویرانی کا غم، دوسرے دن کا سورج انہیں دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ رات کے کسی پہر دونوں میاں بیوی خاموشی سے اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ دوسرے دن ولیمہ سے ذرا پہلے انہیں ان کی آخری منزل پہنچا دیا گیا اور پہلو بہ پہلو ان کی آرام گاہ بنادی گئی۔ ابو کئی برس قبل اچانک دورہ ءقلب سے جاں بحق ہو گئے تھے۔ امی نے شاید زرینہ کو اپنے گھر کا اجالا بنانے کے لیے چند سانسیں رب کائنات سے مستعار لے رکھی تھیں۔ دن ہفتے مہینوں میں بدلے اور ایک برس گزر گیا۔ امی کی دلی خواہش میرے آنگن میں کسی نئے مہمان کی آمد کی تھی جو پوری نہ ہو سکی۔ یہ ارمان دل میں لیے وہ گھر آنگن کو ویران کر گئیں۔ ان کے انتقال کے چند ماہ بعد ہی ڈاکٹروں نے زرینہ کے ماں بننے کی نوید دی۔ مجھے باپ بننے کی خوشی بھی تھی اور دل میں ایک کسک بھی کہ کاش امی زندہ ہوتیں۔ شاید یہ ان کی قسمت میں نہیں تھا۔ اب ہم دونوں اس بھرے پُرے گھر میں تنہا رہ گئے تھے۔ مجھے ایک پرائمری اسکول میں ملازمت مل گئی تھی جو پڑوس کے گاؤں میں تھا۔ تنخواہ زیادہ تو نہ تھی پھر بھی ہم دونوں اس میں ہنسی خوشی گزارا کر رہے تھے۔
زچگی سے چند دنوں قبل زرینہ کو ہسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ اس دوران میرا ایک قدم اسکول میں اور دوسرا ہسپتال میں رہتا۔ کیا کرتا؟ کوئی آگے پیچھے تھا بھی نہیں جو اس مشکل گھڑی میں ساتھ دیتا۔ وقت مقررہ پہ جب نرس نے مجھے باپ بننے کی خوشخبری سنائی اور ایک ننھی منی سی گڑیا میری گود میں لا کر رکھ دی تو مجھے ایسا لگا جیسے میرا وجود مکمل ہو گیا ہے۔ یہ ننھی کلی ہمارے چمن میں کھلی تو زندگی میں بہار آ گئی۔ ہم دونوں نے مشترکہ طور پر ایک دوسرے کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اس کا نام 'کشمالہ گل' رکھا۔ اتنا بڑا نام پکارنا مشکل تھا، سو دونوں اسے گڑیا کہہ کر بلاتے تھے۔ اسپتال سے گھر آ کر صفائی مہم میں

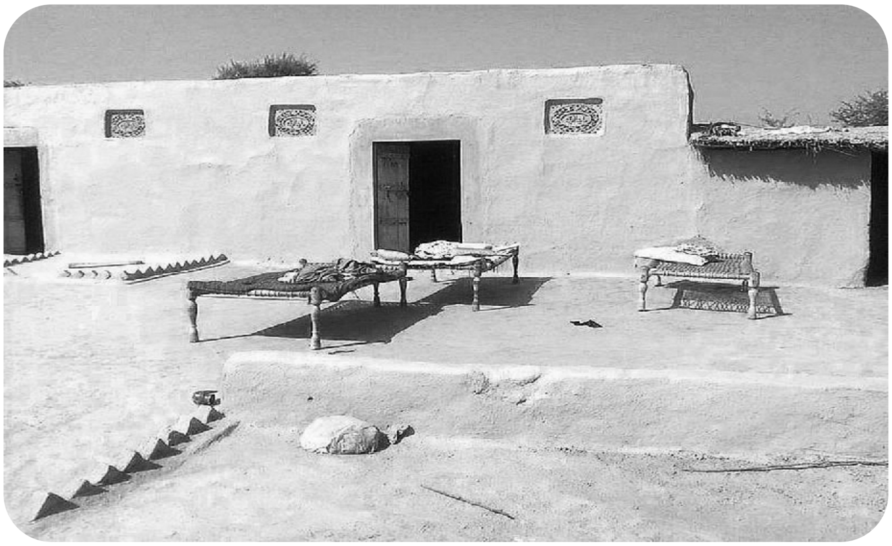

سرخرو ہو کر ہم دونوں تھکے ہارے بستر پہ گرے تو اپنا ہوش ہی نہ رہا۔ گڑیا کے رونے کی آواز پہ دونوں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ چند منٹوں کی نیند نے کچھ حد تک تھکان کا ازالہ کر دیا تھا۔
اگلے دن صبح کمرے میں بکھرے تنکے دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ اسپتال جاتے ہوئے شاید روشن دان بند کرنا یاد نہ رہا تھا جس کے نتیجہ میں گرد و غبار اور تنکوں نے یہاں اڈہ جمالیا تھا۔ میں نے مطالعہ گاہ سے کرسی لا کر اپنے بیڈ کے پاس رکھی اور اسٹول رکھ کر روشن دان کو ہاتھ بڑھا کر بند کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی کہ وہاں ایک گوریا نے اپنا گھونسلہ بنا رکھا ہے جس میں دو تین انڈے بھی موجود ہیں۔ میں نے اپنا ارادہ ترک کرتے ہوئے روشن دان بند کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ مجھے وہاں موجود دیکھ کر گوریا خوف زدہ ہو گئی تھی کہ شاید اس کا آشیانہ اجڑنے والا ہے۔ کرسی اور اسٹول ہٹاتے دیکھ کر وہ واپس انڈوں پہ جا کر بیٹھ گئی۔ تبھی زرینہ کمرے میں آ گئی۔ اسے بھی حالات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اسٹول اور کرسی کو مقررہ جگہ رکھنے میں اس نے میری مدد کی۔ میرا اسکول جانے کا وقت قریب آ رہا تھا، سو جلدی سے غسل خانہ میں داخل ہو گیا۔ غسل سے فراغت کے بعد آملیٹ اور گرما گرم روٹیاں ناشتے کی میز پہ میری منتظر تھیں۔ یہ روز کا معمول تھا جس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

دیوار گیر کیلنڈر کے صفحات بدلے اور کئی کیلنڈر تبدیل ہو گئے۔ گڑیا اب بڑی ہو گئی تھی۔ پہلے اس نے پاؤں پاؤں چلنا شروع کیا، پھر میز کرسی کا سہارا لے کر اپنے پاؤں پہ کھڑی ہونے لگی۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ وہ کسی سہارے کے بغیر گھر بھر میں دوڑنے لگی تھی۔ میں نے اسے اسکول میں داخل کرا دیا۔ اس دوران چڑیا اس گھر کی باقاعدہ فرد بن گئی تھی۔ زرینہ اس کے لیے چاول کے کچے پکے دانے آنگن میں بکھیر دیتی، وہ خاموشی سے اپنے گھونسلے سے نکلتی اور دانہ چگنے لگتی۔ اس کے انڈوں سے بچے بھی نکلے جو اپنی راہ بنا کر نئے مسکن کے راہی بن گئے۔ ابتدا میں گڑیا جب پاؤں پاؤں چلتی تھی تب چڑیا اس سے کچھ دوری پہ بیٹھ کر اسے اپنے پاس آنے کی دعوت دیتی۔ جوں ہی گڑیا اس کے نزدیک آتی وہ اُڑ کر تھوڑا اور دور چلی جاتی۔ یوں آنکھ مچولی کھیل کر وہ گڑیا کا دل بہلاتی تھی۔ گڑیا تھوڑی بڑی ہو گئی تو چڑیا اس کے شانوں پہ بیٹھ جاتی۔ اس پر وہ زور سے چلاّتی۔ 'امی دیکھو چڑیا مجھے دبا رہی ہے'۔ زرینہ دوڑ کر آتی اور اس کی حرکت پہ قہقہہ لگا کر لوٹ پوٹ ہو جاتی۔ بھلا چڑیا کے بوجھ سے بھی کوئی دب سکتا ہے؟ بچپن کی یہ معصومیت ہی تو اس

عہد کا حسن ہے جو دوبارہ کبھی نہیں ملتی۔اسکول سے کالج کا سفر گڑیا نے طے کیا تو زرینہ کو اس کی شادی کی فکر دامن گیر ہونے لگی۔مہنگائی کے سبب تنخواہ مہینہ ختم ہونے سے پہلے ہی غائب ہوجاتی تھی۔ناشتے کی میز پہ جب زرینہ نے اس کا احساس دلایا تو مجھے بھی مستقبل کے خدشات گھیرنے لگے۔بچت کیے بغیر گڑیا کی شادی کے معاملات سے نمٹنا آسان نہ تھا۔یہ تنخواہ ناکافی تھی جو صرف گھریلو اخراجات کی تکمیل کرسکتی تھی۔

ایک دن ہم دونوں سر جوڑ کر بیٹھے تو کافی غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ مجھے اس تنخواہ پر قناعت کرنے کے بجائے دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔زرینہ نے رائے دی کہ کسی ایجنٹ سے بات کرکے خلیجی ممالک میں تدریس کے لیے کوشش کریں۔اس کا مشورہ درست تھا۔میں نے اپنے جاننے والے ایجنٹ سے بات کی،اس نے ایک لاکھ میں ٹکٹ، ویزا اور اسکول میں تدریس کے یقینی بنانے کی ذمہ داری لے لی۔یہ مسئلہ امی کے آڑے وقتوں کے لیے بچا کر رکھی گئی رقم اور زرینہ کے زیورات کی فروخت سے حل ہوگیا۔میں ملازمت سے مستعفی ہوکر پردیس جانے کی تیاری کرنے لگا۔گڑیا اپنی تعلیم میں مگن تھی،اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ میرا پردیس کے لیے رخت سفر باندھنے کا لمحہ قریب آپہنچا ہے۔روانگی کے دن زرینہ اور گڑیا دونوں میرے شانوں سے لگ کر رو پڑیں۔زرینہ کو حالات کا بخوبی اندازہ تھا اسی لیے اس نے مجھے روکنے کی کوشش نہ کی،بس خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔گڑیا کا حال مختلف تھا۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں اسے چھوڑ کر اتنی دور جاؤں۔اس نے اخراجات کی بھرپائی کے لیے ٹیوشن کرنے اور کوچنگ کلاس میں بچوں کو پڑھانے کی تجویز بھی رکھی۔یہ تجویز معقول تھی،لیکن میرے خوابوں میں رنگ بھرنے کے لیے ناکافی تھی۔ روانہ ہوتے وقت ننھی چڑیا بھی آکر میرے سر پہ بیٹھ گئی تھی۔اس نے چوں چوں کا نغمہ سنانے کے بجائے مکمل خاموشی اختیار کررکھی تھی۔شاید اسے بھی میرے جانے کا غم تھا جس کا اظہار وہ خاموش رہ کے کررہی تھی۔

پردیس میں چھ سال تیزی سے گزر گئے۔اس دوران اتنی بچت

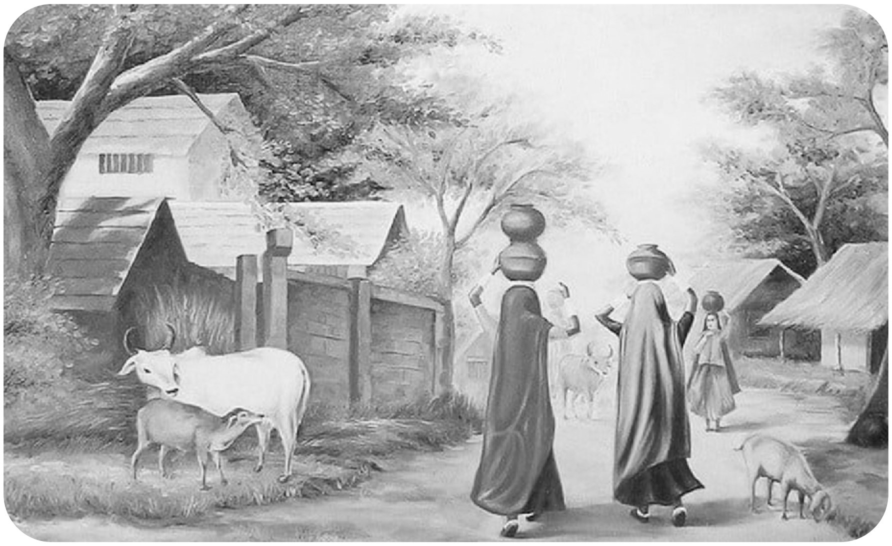

ہوگئی تھی کہ گھر آکر کوئی کاروبار کیا جاسکے اور گڑیا کی شادی کی ذمہ داریاں بھی بحسن وخوبی ادا کی جاسکیں۔میں نے اسکول کے منتظمین کو اپنا استعفیٰ پیش کیا اور پردیس کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیا۔گھر پہنچا تو محبتوں کی انمول کائنات زرینہ اور گڑیا میری منتظر تھیں۔گڑیا مجھ سے لپٹ کر دیر تک روتی رہی۔'بابا آپ کو پتہ ہے،ان پانچ برسوں میں آپ کو میں نے کتنا یاد کیا۔جب بھی ہاتھ اُٹھے یہی دعا لب پہ آئی کہ بابا ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔آج میری ساری دعائیں قبول ہوگئیں۔میرے بابا میرے پاس آگئے'۔ چڑیا کی چوں چوں سے میرا دھیان بٹ گیا۔روشن دان پہ موجود ننھی چڑیا اپنی خوشی کا اظہار کررہی تھی۔

زرینہ نے اپنی کسی دُور کی عزیزہ کے بیٹے سے کشمالہ کی شادی طے کردی تھی۔تمام ترکوائف اس نے میرے سامنے رکھ دیے جو تسلی بخش تھے۔میں نے فوری مہر اثبات لگادی۔جب زرینہ نے اسے اس رشتہ سے آگاہ کیا تو اس نے خاموشی سے سر جھکادیا۔میں نے اسے چھیڑا۔'اب ہماری گڑیا اپنے گڈّے کے پاس چلی جائے گی۔بیٹیاں تو آنگن کی چڑیاں ہوتی ہیں جو کچھ دن چہچہا کر رونق بکھیرتی ہیں اور پھر ایک نیا آشیانہ بسانے چل پڑتی ہیں۔ہر لڑکی اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر ایک نئے گھر کی بنیاد رکھتی ہے۔ یہی دستور دنیا ہے جسے نبھانا پڑتا ہے۔تمہاری امی بھی ایک دن اپنی امی کو اکیلا چھوڑ کر یہاں آئی تھیں۔زندگی یوں ہی چلتی رہتی ہے،کبھی اکیلے تو کبھی مل جل کر۔یقیناً میری بیٹی اپنے والدین کا سر نیچا نہیں ہونے دے گی'۔وہ مجھ سے لپٹ گئی۔'بابا کیا آپ کو اپنی بیٹی پہ بھروسہ نہیں'۔

گھر میں شادی کے ہنگامے جاگ اُٹھے۔محلے پڑوس کی عورتوں اور کشمالہ کی سہیلیوں نے اپنا کردار بخوبی نبھایا۔دلہن بنی کشمالہ گل بے حد پیاری لگ رہی تھی۔نکاح کے دو بول کے بعد وہ پرائی ہوگئی۔رخصتی کے وقت وہ ماں سے لپٹ کر رو پڑی۔'امی! یہ کیسی رسم ہے کہ ایک بیٹی اپنے گھر رہ بھی نہیں سکتی،اسے دوسرے گھر بھیج کر ہی سکون کی سانس لی جاتی ہے'۔'ہاں بیٹی! یہی دستور زندگی ہے جس پر ہر ماں باپ کو عمل کرتے ہوئے بیٹی کو نئے گھر بھیجنا پڑتا ہے'۔میری آواز بھیگنے لگی تھی۔'بابا آپ رو رہے ہیں۔ مجھے روتے ہوئے بابا اچھے نہیں لگتے'۔اسے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے سارا منظر دھندلا سا لگنے لگا۔شاید جدائی کے درد نے آنکھوں میں بسیرا کرلیا تھا۔کار چل پڑی تو ننھی چڑیا اسے دور تک رخصت کرنے کے لیے محو پرواز ہوگئی۔ ہیں دور ریڈیو پہ ابھرنے والا نغمہ فضاؤں میں تیر رہا تھا۔'بابل تیرے انگنا کی میں ہوں ایک چڑیا رے،رات بھر بسیرا ہے،صبح اُڑ جانا ہے'۔

☆☆☆

بھارتی زندان اور عالمی قوانین

محمد احسان مہر

کشمیریوں کو حق خودارادیت کا موقعہ دینے کا وعدہ بھارت نے عالمی برادری کے سامنے 1947 میں اقوام متحدہ میں کیا تھا، او ربعد میں آنیوالے بھارتی وزراء اعظم بھی عالمی برادری کے سامنے اپنے اس وعدہ کی پاسداری کا بار ہا اعادہ کرتے رہے ،اور عالمی برادری کو اس بات کا یقین دلاتے رہے کہ مقبوضہ ریاست جموں وکشمیر میں حالات سازگار ہوتے ہی کشمیریوں کو استصواب رائے موقع دیا جائے گا، تین آزاد ملکی سرحدوں میں تقسیم مظلوم کشمیریوں نے 4 دہائیوں تک خود کو سیاسی طور پر بالغ ثابت کرنے کی جدوجہد میں گزار دیئے، بھارت جس کا اخلاقی اور قانونی طور پر فرض بنتا تھا کہ وہ مقبوضہ ریاست جموں وکشمیر میں حالات سازگار بنانے میں اپنا کردار ادا کرتا وہ اس دوران مسلم اکثریتی علاقے کو سیاسی اور انتظامی طور پر مسلمانوں کے ہاتھ سے چھیننے کے لیے اپنے پاؤں جماتا رہا، ہندو انتہا پسندوں نے حکومتی سرپرستی میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا، اور لاکھوں کو ہجرت کرنے پر مجبور۔ صرف جموں میں 20 سال کی قلیل مدت میں مسلمانوں کا آبادی کا تناسب 37 فیصد سے کم ہو کر 10 فیصد رہ گیا اس طرح پورے کشمیر میں مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ بھارت سیکولر کا نقاب اوڑھے ہندوتوا کے نظریات کو پروان چڑھانے کے لیے کشمیر میں مسلم اکثریتی تشخص کو اقلیت میں بدلنے کے لیے گھناؤنے منصوبے پر عمل پیرا ہے، بھارت کے لیے یہ سب اتنا آسان نہ تھا اگر اقوام متحدہ اور عالمی برادری بھارت کے غیر آئینی اور غیر قانونی اقدامات کو سنجیدگی سے دیکھتی، مگر افسوس ۔۔ مسلمانوں کے معاملے میں اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل نے ہمیشہ منفی اور امتیازی رویہ برقرار رکھا، اور مسلم حکمرانوں کو عیش وعشرت سے اتنی فرصت کہاں ۔۔؟ کہ وہ تمام تر وسائل کے ہوتے ہوئے امت امت کے رستے ہوئے زخموں کا ادراک کریں۔ مسئلہ کشمیر کا اہم فریق پاکستان ، اپنی اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت کے باوجود کشمیریوں کو حق خود ارادیت دلوانے میں ناکام رہا، اوراس نے مسئلہ کشمیر کے حل کے کئی اہم مواقع ضائع کیے، پاکستان کی ناقص پالیسیوں اور کمزور سفارت کاری کی وجہ سے بھارت نے مقبوضہ ریاست جموں وکشمیر میں عالمی قوانین کا مذاق بنا رکھا ہے، اقوام متحدہ کی قرادادوں کے مطابق بھارت کشمیریوں کو حق خودارادیت کا موقع دینے کا پابند ہے، لیکن یہاں الٹی ہی گنگا بہہ رہی ہے ، بھارت کشمیری حریت پسندوں کو زندان میں پابند سلاسل کر رہا ہے ،کشمیریوں کو معاشی، سیاسی اور انتظامی طور پیچھے دھکیلنے کے بعد حریت پسند راہنماؤں کی کی زندگیوں سے کھیلنے کے لیے آزاد کھڑا ہے، آج بزرگ اور جوان حریت پسند بھارتی زندانوں میں ٹارچر کا سامنا کر رہے ہیں اور کتنے آزادی کی امید لیے راہ حق پر چلتے ہوئے مظلومیت اور بے بسی کی حالت میں اللہ کے حضور پہنچے۔ کشمیری حریت پسندوں کو زندان میں ڈال کر بھارت بنیادی انسانی حقوق اور عالمی قوانین کی دھجیاں اڑا رہا ہے، تاریخی، اخلاقی اور قانونی طور پر ریاست جموں وکشمیر کے تینوں حصوں کے شہری (عارضی سرحدوں) کو روندنے اور بھارتی ظلم و جبر کے خلاف جدوجہد کا حق رکھتے ہیں ،اور کشمیریوں کا یہ حق اقوام متحدہ کے چارٹر پر آج بھی موجود ہے کشمیری بھارت کا جارحانہ طرز عمل، عالمی برادری اور اقوام متحدہ کی مایوس کن کارگردگی دیکھ کر نفرت اور بیزاری کی کیفیت میں بھارت کے خلاف حق خودارادیت کی تحریک چلا رہے ہیں، اس راہ پر چلتے لاکھوں کشمیریوں نے اپنی جانیں قربان کیں، ہزاروں گمنام قبریں دریافت ہوئیں، ہزاروں افراد لا پتہ ہیں جن کی کوئی خبر نہیں، آج بھی بھارتی زندانوں میں حق خودارادیت کی آواز بلند کرنے کی پاداش میں ہزاروں کشمیری قید ہیں، بھارت کشمیریوں کی آواز دبانے کے لیے تمام حربے استعمال کر رہا ہے جب بھارت کے ریاستی ادارے ان کے گھروں، دکانوں اور باغات کو تباہ کر کے ان کا معاشی استحصال کرنے پر اتر آئیں تو پھر کشمیر کا نوجوان قلم چھوڑ کر بندوق اٹھانے میں ہی عافیت محسوس کرتا ہے، پھر مقبول بٹ، افضل گورو اور برہان وانی جیسے کئی کردار سامنے آتے ہیں۔

ظلم کی انہیں زنجیروں کو توڑنے کے لیے امام سید علی گیلانی پیرانہ سالی کے باوجود بھارتی زندانوں کی دیواروں کو اپنی للکار سے دہلاتے رہے، مگر بے حس وبے ضمیر عالمی برادری اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیریوں پر ہونے والے ظلم وستم کا سنجیدگی سے نوٹس نہیں لیا، بھارت جیلوں میں بند کشمیری حریت پسند راہنماؤں کو بر وقت علاج معالجے کی سہولت دینے بھی انکاری ہے ،حریت راہنماء یاسین ملک سمیت بہت سے اسیران کی صحت کے متعلق تشویش ناک خبریں زیر گردش ہیں ،اسی وجہ سے 10 اکتوبر کو الطاف فنتوش نے تہاڑ جیل میں آخری سانس لی، اس سے پہلے 2019 میں حریت راہنماء غلام محمد بٹ نے آلہ آباد کی سنٹرل جیل میں، اور 2022 میں ہی اشرف صحرائی نے جموں جیل میں انتہائی بے بسی اور مظلومیت کی حالت میں اللہ کے حضور حاضری دی ،امام سید علی گیلانی بھی بھارتی افواج کی نظر بندی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے بھارتی زندانوں میں قید حریت پسند کشمیری اپنی زندگی کی سانسیں گن رہے ہیں ،مگر عالمی قوانین بنانے اور اس پر عمل کروانے والی طاقتیں اپنی آنکھیں اور کان بند کر کے کشمیریوں کو سیاسی قیادت سے محروم کرنے کے بھارتی منصوبے کا ساتھ دے کر خطے کو مزید سنگین حالات کی طرف دھکیل رہی ہیں۔

ایک سو دس سال قبل ڈوبنے والے ٹائی ٹینک جہاز سے ملنے والی گھڑی 98 ہزار پاؤنڈز میں نیلام

کشمیرالیوم (مانیٹرنگ ڈیسک) بحری جہاز ٹائی ٹینک کے ڈوبنے کے 110 سال بعد اس سے ملنے والی ایک پوسٹل کلرک کی پاکٹ واچ برطانیہ میں نیلام کر دی گئی۔ برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی کے مطابق یہ پاکٹ واچ ٹائی ٹینک میں ہلاک ہونے والے پوسٹل کلرک آسکر اسکاٹ

ووڈی کی تھی جسے 98 ہزار پاؤنڈز میں نیلام کیا گیا۔ 14 اپریل 1912 میں جب بحرِ اوقیانوس میں ٹائی ٹینک ڈوبا تو یہ گھڑی پانی میں جا کر جم گئی تھی جسے بعد میں نکال کر آسکر کی اہلیہ کو دی گئی۔ رپورٹس کے مطابق برطانیہ میں نیلامی کے موقع پر ٹائی ٹینک جہاز سے جڑی دیگر اشیا کی بھی نیلامی کی گئی۔ جس میں جہاز کے فرسٹ کلاس کا مینیو 50 ہزار پاؤنڈز میں فروخت ہوا۔ اس کے علاوہ فرسٹ کلاس مسافروں کی فہرست 41 ہزار پاؤنڈز، بیٹھے کی ایک پلیٹ 20 ہزار پاؤنڈز اور ایک ریسٹورنٹ کا مینیو 23 ہزار پاؤنڈز میں بیچا گیا۔ واضح رہے کہ ٹائی ٹینک حادثے میں 1500 سے زائد افراد ہلاک ہو گئے تھے۔

ذہن کو پڑھ کر الفاظ بتانے والی مشین کا کامیاب تجربہ

کشمیرالیوم (مانیٹرنگ ڈیسک) امریکی ماہرین نے بولنے کی صلاحیت سے محروم افراد کو زبان دینے کے لیے بنائی گئی کمپیوٹرائزڈ ڈیوائس پر مفلوج انسان کے دماغ سے الفاظ کو نکالنے اور ان الفاظ کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا کامیاب تجربہ کر لیا۔ امریکی ماہرین 'نیورو پروستھیٹک ڈیوائس' نامی مشین کا مفلوج انسان پر تجربہ کیا اور اس کے نتائج حوصلہ کن نکلنے پر ماہرین کو امید ہے کہ مذکورہ ڈیوائس مستقبل میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ خبر رساں ادارے 'ایجنسی فرانس پریس' (اے ایف پی) کے مطابق یونیورسٹی آف کیلیفورنیا کے محققین کی جانب سے 'نیورو پروستھیٹک ڈیوائس' کا تجربہ ایک ایسے مفلوج شخص پر کیا گیا جو کہ بولنے، سمجھنے اور پڑھنے سے قاصر تھا۔

ماہرین کے مطابق تجربے کے دوان جب مفلوج شخص کے ذہن سے 'نیورو پروستھیٹک ڈیوائس' منسلک کی گئی تو ڈیوائس نے مذکورہ شخص کے ذہن میں آنے والے 1150 الفاظ کا ترجمہ کیا۔

محققین نے بتایا کہ ڈیوائس سے معلوم ہوا کہ مفلوج شخص نے سب سے پہلے 'سب کچھ ممکن ہے' جملہ بولا تھا، اس کے بعد ڈیوائس نے مزید الفاظ کو ترجمہ کیا۔ تحقیق میں بتایا گیا کہ 'نیورو پروستھیٹک ڈیوائس' مفلوج شخص کے 26 الفاظ کا ترجمہ کرنے میں کامیاب رہی، تاہم اس میں ایک مشکل یہ ہے کہ اگر کوئی بھی شخص انگریزی کا لفظ 'کیٹ' یعنی بلی بولے گا تو کمپیوٹر اسے 'بلی' کہنے کے بجائے 'چارلی الفا ٹینگو' کہے گا، چوں کہ ڈیوائس مفلوج شخص کے ذہن میں آنے والے پہلے انگریزی کے لفظ کو پکڑ کا لفظ بناتی ہے۔

خیال رہے کہ 'نیورو پروستھیٹک ڈیوائس' ایک کمپیوٹرائزڈ مشین ہے، جس میں مصنوعی ذہانت کا استعمال کیا گیا ہے اور یہ مشین انسان کے دماغی نظام سے منسلک کی جاتی ہے۔

یہ مشین مفلوج انسان کے دماغ میں آنے والے خیالات یا الفاظ کو اس وقت پکڑ یا پڑھ لیتی ہے جب کوئی شخص ان الفاظ کو کہنے کا سوچ رہا ہوتا ہے۔ مشین الفاظ یا خیالات کو پکڑ یا پڑھ کر انہیں مصنوعی ذہانت کی مدد سے الفاظ میں تبدیل کر کے اسکرین پر دکھاتی یا آڈیو کی صورت میں پڑھ کر بیان کرتی ہے۔ مذکورہ مشین ایسی ہی ہے، جیسی مشین برطانوی سائنسدان اسٹیفن ہاکنگ کے پاس ہوتی تھی جو اپنے خیالات اور الفاظ کا استعمال کمپیوٹر ڈیوائس کے ذریعے کرتے تھے۔

سیب میں دل کے لیے مفید ایک اور اہم جزو دریافت

کشمیرالیوم (مانیٹرنگ ڈیسک) برطانوی ماہرین نے کہا ہے کہ سیب میں پہلے سے ہی معلوم ایک مرکب کے متعلق انکشاف ہوا ہے کہ وہ امراضِ قلب کو روکنے میں اہم ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کیمیائی مرکب (کمپاؤنڈ) کا نام فلے وَن تھری اوایل ایس ہے جو انگور، سیب، بیریوں اور سیاہ چائے میں بھی پایا جاتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سیب میں کسی وٹامن کی بجائے ایک مرکب کی اہمیت سامنے آئی ہے۔ تاہم اس پر مزید تحقیق جاری ہے اور اسے استعمال کی رہنما حدود پر غور کیا

جا رہا ہے۔
برطانیہ کی ریڈنگ یونیورسٹی کے ڈاکٹر گنٹر کُنلے نے بتایا کہ روزانہ 400 سے 600 ملی گرام فلے ون تھری اوایل ایس کھانے سے دل کی بیماریوں کا خطرہ کم ہوجاتا ہے جو چائے کے کئی کپ کے

برابر ہے۔ تاہم یہ سیب جامنی اور سرخ بیریوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ گہری رنگت والی چاکلیٹ میں بھی یہ عام پایا جاتا ہے۔
ماہرین نے مرکب کی خوراک بہت تحقیق کے بعد جاری کی ہے جس کے لیے 157 طبی آزمائشوں اور 15 مطالعوں کو شامل کیا گیا ہے۔ تمام سروے بتاتے ہیں کہ فلے وین تھری اوایل ایس دل کی حفاظت کرتا ہے اور خون کا بہاؤ بڑھانے کے علاوہ کولیسٹرول اور شکر کو بھی قابو میں رکھتا ہے۔ تاہم مختلف افراد پر اس کے مختلف اثرات ہوسکتے ہیں۔
ماہرین نے کہا ہے کہ بہتر ہے کہ فلے وین تھری اوایل ایس کو غذا سے حاصل کیا جائے کیونکہ اس کی گولیوں اور سپلیمنٹ سے کئی مسائل سامنے آئے ہیں۔ اگر اس کی خوراک بڑھ جائے تو جگر متاثر ہوسکتا ہے اور ہاضمے کی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔

سعودی عرب سمیت کئی غیر ملکی حکومتوں کو امریکی فوج کے 500 اہلکاروں کی خدمات حاصل

کشمیرالیوم (مانیٹرنگ ڈیسک): 2016 سے 15 ریٹائرڈ امریکی جنرلز اور ایڈمرلز سعودی وزارت دفاع کے لیے بطور مشیر خدمات سرانجام دے چکے ہیں، یہ اُن 500 سے زائد ریٹائرڈ امریکی فوجی اہلکاروں میں شامل ہیں جنہوں نے 2015 سے بیرون ملک حکومتوں سے منافع بخش ملازمتیں حاصل کیں۔
معروف امریکی جریدے 'واشنگٹن پوسٹ' نے رپورٹ کے مطابق ان اہلکاروں میں متعدد جرنیل اور ایڈمرلز بھی شامل ہیں، ان کی خدمات حاصل کرنے والوں میں سے زیادہ تر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور سیاسی جبر کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ سعودی عرب کے تنخواہ دار امریکی مشیروں میں صدر براک اوباما کے قومی سلامتی کے مشیر ریٹائرڈ میرین جنرل جیمز جونز اور ریٹائرڈ آرمی جنرل کیتھ الیگزینڈر شامل ہیں جنہوں نے براک اوباما اور صدر جارج ڈبلیو بش کے دور میں نیشنل سیکیورٹی ایجنسی کی قیادت کی۔ 'واشنگٹن پوسٹ' نے یہ معلومات 'فریڈم آف انفارمیشن ایکٹ' کے تحت حاصل کی ہیں جو میڈیا کو امریکی حکومت سے ایسی معلومات حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ سعودیوں کو بطور مشیر خدمات فراہم کرنے والوں میں ایک ریٹائرڈ فور اسٹار ایئر فورس جنرل اور افغانستان میں امریکی فوجیوں کے سابق کمانڈنگ جنرل شامل ہیں۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ زیادہ تر ریٹائرڈ امریکی اہلکاروں نے سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور خلیج فارس کی دیگر بادشاہتوں کے لیے سویلین کنٹریکٹرز کے طور پر کام کیا ہے اور ان کی افواج کو 'اپ گریڈ' کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ امریکی کانگریس ریٹائرڈ فوجیوں کے علاوہ اضافی فوج کے اہلکاروں کو متعلقہ

مسلح افواج اور محکمہ خارجہ سے منظوری حاصل کرنے کی صورت میں غیر ملکی حکومتوں کے لیے کام کرنے کی اجازت دیتی ہے، تاہم امریکی حکومت ان بھرتیوں کو خفیہ رکھتی ہے۔
یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے 'واشنگٹن پوسٹ' نے امریکی فوج، فضائیہ، بحریہ، میرین کور اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے خلاف 'فریڈم آف انفارمیشن ایکٹ' کے تحت وفاقی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ 2 برس کی قانونی جنگ کے بعد 'واشنگٹن پوسٹ' نے 4 ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل دستاویزات حاصل کیں جن میں تقریباً 450 ریٹائرڈ فوجیوں، ملاح، ایئرمین اور میرینز کی کیس فائلیں شامل ہیں۔
دستاویزات سے پتا چلتا ہے کہ غیر ملکی حکومتیں امریکی فوجی اہلکاروں کی خدمات کے عوض بہت زیادہ ادائیگی کرتی ہیں، تنخواہ اور مراعات کا پیکج 6 اور بعض اوقات 7 کے ہندسے تک پہنچ جاتا ہے۔ دوران ملازمت فور اسٹار جرنیل بنیادی تنخواہ کی مد میں سالانہ 2 لاکھ 3 ہزار 698 ڈالر کماتے ہیں، ستمبر میں یو ایس ڈسٹرکٹ جج امیت پی مہتا نے 'واشنگٹن پوسٹ' کے حق میں فیصلہ سنایا اور

حکومت کو تنخواہ پیکجز اور دیگر مواد کی تفصیلات فراہم کرنے کا حکم دیا۔ دستاویزات سے پتا چلتا ہے کہ ایک ریٹائرڈ آرمی لیفٹیننٹ جنرل مائیکل فلن (جو صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے قومی سلامتی کے مشیر کے طور پر خدمات انجام دے چکے ہیں) نے فوج سے ریٹائر ہونے کے ایک سال بعد 2015 میں روسی اور ترکی سے 4 لاکھ 49 ہزار 807 ڈالرز حاصل کیے، انہوں نے 2012 سے 2014 تک ڈائریکٹر ڈیفنس انٹیلی جنس ایجنسی کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں۔ ایک اور امریکی جنرل کیتھ الیگزینڈر ہیں جنہوں نے سعودی حکومت کے سائبر سیکیورٹی ایڈوائزر کے طور پر کام کیا، وہ مارچ 2014 میں فوج سے ریٹائر ہوئے تھے۔

کارل ایکن بیری، ریٹائرڈ تھری اسٹار آرمی جنرل ہیں جنہوں نے افغانستان میں امریکی اور نیٹو فوجیوں کی کمانڈ کی اور بعد میں کابل میں امریکی سفیر کے طور پر خدمات انجام دیں، وہ 2021 سے سعودی وزارت دفاع کے سینیئر مشیر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ بعض امریکی جرنیل برے رویے کے سبب امریکی فوج سے جبری ریٹائرمنٹ کے بعد ملازمت کے لیے سعودی عرب چلے گئے۔

روس یوکرین جنگ، معاشی بحران سے خطے میں 40 لاکھ بچے

غربت کا شکار ہوگئے، یونیسیف

کشمیرالیوم (مانیٹرنگ ڈیسک): اقوام متحدہ کے بچوں کے ادارے (یونیسیف) نے کہا ہے کہ روس کی یوکرین پر غیر قانونی حملے کے بعد معاشی بحران کی وجہ سے مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا کے 40 لاکھ بچے غربت کی زندگی کا شکار ہوگئے جبکہ تعداد میں سال بہ سال میں 20 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یونیسیف کا کہنا ہے کہ یوکرین میں جنگ کے دوران بچے معاشی تباہی کے بوجھ تلے دب گئے ہیں۔ یونیسیف کی 22 ممالک کے اعداد و شمار پر مبنی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 'دونوں ممالک کے درمیان جنگ اور بڑھتی ہوئی مہنگائی نے مشرقی یورپ اور وسطی ایشیائی ممالک میں 40 لاکھ بچوں کو غربت میں دھکیل دیا ہے جو 2021 کے مقابلے میں 19 فیصد اضافہ ہے'۔ رپورٹ کے مطابق خطے میں جنگ اور حملوں سے متاثر ہونے والے بچوں کی سب سے زیادہ تعداد یوکرین اور روس میں ہے۔ یونیسیف کے مطابق یوکرین میں جنگ کی وجہ سے روس میں متاثرہ بچوں کی تعداد تین چوتھائی تک پہنچ گئی جہاں اضافی 28 لاکھ بچے غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ یوکرین دوسرے نمبر پر ہے جہاں 5 لاکھ اضافی بچے غربت کی زندگی گزار رہے ہیں، اسی طرح رومانیہ میں بھی ایک لاکھ 10 ہزار بچے غربت کا شکار ہیں۔ یورپ اور وسطی ایشیا میں یونیسیف کی ریجنل ڈائریکٹر افشاں خان کا کہنا ہے کہ 'وحشت ناک جنگ کی وجہ سے بچے سب سے زیادہ متاثر ہوئے، اگر ہم نے ان بچوں اور خاندانوں کی مدد نہیں کی تو یہ تعلیم سے محروم ہوجائیں گے، ان کا مستقبل ختم ہوجائے گا اور کئی بچے زندگی سے محروم ہوجائیں گے۔ یونیسیف نے مزید کہا کہ ایک خاندان جتنا زیادہ غریب ہوگا اس کی آمدنی خوراک اور فیول میں زیادہ خرچ ہوگی، جس کی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو بہتر صحت اور بہتر تعلیم فراہم نہیں کر سکے گا،

مزید کہا گیا کہ بچے تشدد اور استحصال کا بھی شکار ہیں۔ رپورٹ میں خبردار کرتے ہوئے یونیسف نے مزید کہا کہ معاشی بحران میں اگر اسی طرح اضافہ ہوتا رہا تو اضافی 4 ہزار 500 بچوں کی پہلی سالگرہ سے قبل ہی اموات کا خدشہ ہے، دوسری جانب رواں سال ایک لاکھ 17 ہزار بچے اسکول جانے سے محروم ہوسکتے ہیں۔

گرمی اور خشک سالی سے 200 سال پرانا درخت پھٹ پڑا

اوریگون: عالمی حدت اور خشک سالی کا ایک اور خوفناک نتیجہ امریکا میں اس وقت سامنے آیا کہ جب ایک 200 سالہ درخت مسلسل گرمی اور حدت کے باعث چیخ گیا جسے درخت کا پھٹنا کہا جا سکتا ہے۔ پورٹ لینڈ میں مسلسل سات روز سے ہیٹ ویو کا راج تھا اور درجہ حرارت 95 درجے فارن

ہائٹ (35 درجے سینٹی گریڈ) رہا اور ایسٹ مور لینڈ کے علاقے میں خشک سالی بھی شدید تھی جس کی وجہ سے 200 سال قدیم شاہ بلوط کا درخت خشکی سے پھٹ پڑا اور بجلی کے تار متاثر ہونے سے بجلی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ درخت سے شاخ کا ایک موٹا ٹکڑا گر گیا جس کا وزن 30 ہزار پونڈ بتایا جا رہا ہے۔ تاہم اس واقعے میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی زخمی ہوا ہے۔ تاہم لوگ حیران ہیں کیونکہ یہ ایک تندرست درخت تھا اور تاریخی اہمیت کی بنا پر اس کا خیال بھی رکھا جا رہا۔

مقبوضہ کشمیر کے کئی علاقوں میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے مابین جھڑپیں۔۔10 مجاہدین شہید، متعدد فوجی ہلاک وزخمی

مختلف علاقوں میں بھارتی فوج کے محاصرے اور تلاشی کی کارروائیاں جاری ۔۔درجنوں شہری گرفتار

ہمایوں قیصر

17اکتوبر2022ء۔۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں کل جماعتی حریت کانفرنس کے صدر دفتر پر ہندوتوا بلوائیوں نے حملہ کیا اور دفتر میں گھس کر توڑ پھوڑ کی۔

18اکتوبر2022ء۔۔ضلع شوپیاں کے علاقے ہرمن میں تلاشی کی کارروائی کے دوران دستی بم کے دھماکے میں دو غیر کشمیری مزدور ہلاک ہوگئے۔ضلع کپواڑہ کے علاقے کرناہ میں بھی تلاشی مہم کے دوران بھارتی فوج نے ایک اور نوجوان کو گرفتار کیا گیا۔

19اکتوبر2022۔۔ضلع شوپیاں کے ہرمن علاقے میں بھارتی فوج نے ایک نوجوان عمران بشیر گنائی کو گرفتار کرنے کے بعد نوگام علاقے میں ایک جعلی مقابلے میں شہید کر دیا۔ جموں کے علاقے سنجوان میں بھارتی فوج پر ایک حملے کے سلسلے میں خصوصی عدالت نے بارہ افراد شفیق احمد شیخ، بلال احمد وگے، محمد اسحاق چوپان، عابد مشتاق میر، آصف احمد شیخ، اظہر علوی، روف اصغر، محمد مصدق، شاہد لطیف، مسعود الیاس اور مسرور احمد کے خلاف چارج شیٹ داخل کر دی۔

20اکتوبر2022ء۔۔کشمیر کے ضلع بانڈی پورہ کے علاقے زلوان نرسری میں محاصرے اور تلاشی کی کارروائی کے دوران بھارتی فوج نے شاہد حسین کو مجاہد کا رکن قرار دے کر گرفتار کرلیا۔

22اکتوبر2022ء۔۔ضلع پونچھ علاقے ریہڑی میں ایک بھارتی پولیس اہلکار نریندر شرما کو ڈیوٹی کے دوران پُراسرار طور پر مردہ حالت میں پایا گیا۔

25اکتوبر2022ء۔۔ضلع بارہمولہ کے قصبے سوپور میں پُراسرار آتشزدگی سے ایک مسجد اور ایک رہائشی مکان خاکستر ہوگئے ہیں۔ضلع کپواڑہ میں ایک قیدی محمد یوسف بٹ سب جیل کی عمارت سے گر کر جاں بحق ہوگیا۔کل جماعتی حریت کانفرنس کے سینئر رہنما اور جموں وکشمیر اتحاد المسلمین کے سرپرست مولانا عباس انصاری 86 سال کی عمر میں سری نگر کے نواکدل میں اپنی رہائش گاہ پر وفات پاگئے، ان کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

26اکتوبر2022ء۔۔ضلع بارہمولہ کے علاقے ونسیرن تاری پورہ علاقے میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا جس کے نتیجے میں ایک بھارتی فوجی کلبھوشن منتا موقعہ پر ہی ہلاک ہوگیا جبکہ دیگر کئی اہلکار کے زخمی ہوگئے۔ضلع کپواڑہ کے علاقے سد پورہ میں ایک جھڑپ کے دوران بھارتی فوج نے ایک مجاہد محمد شکور ساکنہ سد پورہ آزاد کشمیر کو شہید کرنے کا دعویٰ کرلیا۔

27اکتوبر2022ء۔۔ضلع کولگام میں ایک اور کشمیری نوجوان کو شہید کر دیا۔فوجیوں نے نوجوان کو ضلع کے علاقے کوثر ناگ میں تلاشی اور محاصرے کی ایک کارروائی کے دوران شہید کیا گیا۔

28اکتوبر2022ء۔۔مقبوضہ کشمیر میں نئی دہلی کے زیر کنٹرول ''سٹیٹ انویسٹی گیشن ایجنسی نے دو نابالغوں سمیت غیر قانونی طور پر حراست میں لیے گئے 3 کشمیریوں کے خلاف ایک خصوصی عدالت میں فرد جرم داخل کر دی۔ایس آئی اے نے بارہمولہ کی ایک ٹاڈا عدالت کے خصوصی جج کے سامنے راشد مشتاق گنائی اور نابالغوں عامر شفاعت میر اور طاہر نثار شیخ کے خلاف فرد جرم پیش کی۔

30اکتوبر2022ء۔۔ضلع شوپیاں کے علاقے موہند پورہ سے ایک نوجوان جبکہ شوپیاں کے کیلر علاقے میں بھارتی فوج نے دو نوجوانوں کو ہرمنظور بٹ اور عابد حسین نندا کو بھی مجاہدین کے ساتھ بطور بالائی ورکر کام کرنے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔

31نومبر2022ء۔۔ضلع کپواڑہ کے علاقے کیرن میں بھارتی فوج نے جھڑپ کے دوران ایک نوجوان کو شہید کرنے کا دعویٰ کر دیا ہے۔

1نومبر2022ء۔۔ضلع اسلام آباد کے علاقے سیمتھن بجبہاڑہ علاقے میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے مابین ایک معرکہ پیش آیا جس کے نتیجے میں ایک مجاہد شاکر احمد ولد حبیب اللہ ساکنہ لیدرمد نے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرلیا۔ضلع پلوامہ کے کھنڈی پورہ اونتی پورہ علاقے میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان ایک مدبھیڑ ہوئی جس کے نتیجے میں مجاہد مختار احمد بٹ سمیت تین مجاہدین نے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرلیا۔

3نومبر2022ء۔۔ضلع پلوامہ کے کھمری چوک علاقے میں ایک نوجوان زبیر احمد ڈار کو بھارتی پولیس نے ایک ناکے سے گرفتار کیا۔پولیس نے نوجوان کی غیر قانونی گرفتاری کو جواز فراہم کرنے کیلئے اسے ایک مجاہد تنظیم کا رکن قرار دیا۔ضلع پونچھ کے علاقے میں ایک بھارتی فوجی اہلکار نے اپنی سروس رائفل سے خود کو گولی مار کر زندگی کا خاتمہ کرلیا۔اس واقعے سے جنوری 2007 سے اب تک مقبوضہ جموں وکشمیر میں خودکشی کرنے والے بھارتی فوجیوں اور پولیس اہلکاروں کی تعداد بڑھ کر 557 ہوگئی۔ضلع کشتواڑ میں ایک لاپتہ شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔بھدرواہ قصبے کے محلّہ سلطان پورہ کا رہائشی اسحاق احمد گنائی 28اکتوبر کو لاپتہ ہوا تھا۔ضلع اسلام آباد کے علاقے بونڈیلگام میں نامعلوم افراد نے دو غیر مقامی افراد پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں وہ زخمی ہوگئے۔

4نومبر2022ء۔۔بھارتی تحقیقاتی ادارے انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ نے غیر قانونی طور پر نئی دلی کی تہاڑ جیل میں نظر بند کل جماعتی حریت کانفرنس کے سینئر رہنما شبیر احمد شاہ کی سرینگر میں واقع رہائش گاہ کو ضبط کرلیا ہے۔حریت رہنماء شبیر احمد شاہ بھارت کے بدنام زمانہ نئی دلی کی تہاڑ جیل میں قید ہیں۔ضلع بارہمولہ میں بارودی سرنگ کے دھماکے میں ایک خاتون زخمی ہوگئی۔32سالہ خاتون سلیمہ بیگم اوڑی کے علاقے چرندا میں جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کررہی تھیں کہ بھارتی فوج کی طرف سے نصب کی گئی بارودی سرنگ پر اس کا پیر آنے کے باعث دھماکے میں وہ زخمی ہوگئی۔غیر

قانونی طور پر بھارت کے زیر قبضہ جموں وکشمیر میں بھارتی پولیس اور بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی اداروں نے کشمیریوں کی جاری جدوجہد آزادی کو کمزور کرنے کے اپنے مذموم منصوبے کے تحت حریت رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف پکڑ دھکڑ کی کارروائیاں جاری رکھیں۔کل جماعتی حریت کانفرنس کے سینئر رہنماء مولوی بشیر احمد عرفانی کو سوپور ٹاؤن میں انکے گھر پر چھاپے کے دوران گرفتار کرلیا۔

5 نومبر2022ء۔ضلع بارہمولہ کے علاقے سوپور میں دو بے گناہ کشمیری نوجوانوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ بھارتی پولیس،فوجیوں اور نیم فوجی دستوں نے رضوان مشتاق وانی کے نام سے ایک نوجوان کو سوپور قصبے کی شاہ فیصل مارکیٹ سے محاصرے اور تلاشی کی کارروائیوں کے دوران گرفتار کیا۔ بھارتی پولیس نے دوسرے نوجوان جمیل احمد پارہ کو تارپٹن کے علاقے میں گھر پر چھاپے کے دوران گرفتار کرلیا۔پولیس نے گرفتار نوجوانوں کی گرفتاری کو جواز فراہم کرنے کیلئے عسکریت پسند تنظیم کا رکن قرار دیا ہے۔ضلع بانڈی پورہ کے علاقے چیک چندر گیر حاجن ایک نوجوان معراج الدین راتھر مجاہد تنظیم کا کارکن قرار دے کر بھارتی پولیس نے گرفتار کرلیا۔

7نومبر2022ء۔۔ضلع پلوامہ کے علاقے پامپور سے ایک نامعلوم شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔ ضلع بانڈی پورہ کے علاقے کہنوسہ میں تلاشی کی ایک کارروائی کے دوران بھارتی فوج نے ایک نوجوان کو مجاہد قرار دے کر گرفتار کرلیا۔

8نومبر2022ء۔۔ضلع پلوامہ کے علاقے لروانچی پورہ میں بھارتی فوج نے ایک نوجوان عابد احمد شیخ ساکنہ ستپوکھرین کو مجاہدین کے ساتھ بطور بالائی ورکر کام کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ضلع کپواڑہ کے علاقے کرناہ میں تعینات ایک پولیس سب انسپکٹر دل کا دورہ پڑنے کے دوران ہلاک ہوگیا۔مقبوضہ کشمیر کے حریت پسند نوجوان نذیر احمدالمعروف محمد عاقب راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں انتقال کرگئے۔نذیر احمد نے2000میں بھارت کے غیر قانونی زیر تسلط جموں وکشمیر سے ہجرت کر کے مظفرآباد آئے تھے۔نذیر احمد نے اپنی زندگی بھارتی تسلط سے مقبوضہ کشمیر کی آزادی کی جدوجہد کیلئے وقف کر رکھی تھی اور اس دوران انہوں نے بہت سے مشکلات کا سامنا بھی کیا۔ضلع بارہمولہ کے علاقے بادی نمبل پر یہاسپورہ پٹن سے ایک عدم شناخت شخص کی لاش پُراسرار طور پر برآمد کرلی گئی۔

9نومبر2022ء۔۔جموں کے علاقے ناروال میں مجاہدین کے لئے کام کرنے کا الزام میں بھارتی فوج نے تین نوجوانوں کو گرفتار کرلیا۔ لگایا ہے۔ضلع پونچھ کے علاقے منکوٹ میں اپنی سروس رائفل سے حادثاتی طور پر گولی چلنے سے ایک بھارتی فوجی ہلاک ہوگیا۔

10 نومبر2022ء۔۔مقبوضہکشمیر میں مودی حکومت نے جماعت اسلامی کی کم سے کم نو املاک کے استعمال پر پابندی عائد کردی ہے۔ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ شوپیان نے ان املاک کے استعمال پر پابندی کے بارے میں ایک جاری حکم نامہ جاری کیا ہے جن میں جماعت اسلامی کے ایک سکول کی عمارت بھی شامل ہے۔یہ فیصلہ بدنام زمانہ ریاستی تحقیقاتی ادارے ایس آئی اے کی درخواست پر کیا گیا۔وادی کشمیر کے مختلف علاقوں سے بھارتی فوج نے کالے قانون کے تحت چھ نوجوانوں کو گرفتار کرلیا ہے۔فوج نے کپواڑہ اور بارہمولہ کے اضلاع کے مختلف علاقوں میں گھروں پر چھاپوں کے دوران بلال احمد، وحید احمد، جاوید احمد، مشتاق احمد اور بشیر احمد کو گرفتار کیا۔

11 نومبر2022ء۔ضلع شوپیاں کے علاقے کپرن میں مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان ایک جھڑپ ہوئی جس کے نتیجے میں مجاہد کامران بھائی نے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرلیا۔ ضلع پلوامہ سے چار بے گناہ کشمیری نوجوانوں کو گرفتار کرلیا۔ پولیس نے کرامت اللہ ریشی، سہیل بشیر گنائی، عادل غنی لون اور ارشاد احمد کمار کو ضلع کے علاقے اونتی پورہ سے گرفتار کیا۔

پولیس نے نوجوانوں کی غیر قانونی گرفتاری کو جواز فراہم کرنے کے لیے انہیں ایک مجاہد تنظیم کا رکن قرار دیا۔ضلع گاندربل کے علاقے ڈگنی بل میں ایک بھارتی فوجی نے اپنی سروس رائفل سے خود کو گولی مار کر خودکشی کرلی۔

12 نومبر2022ء۔۔ضلع اسلام آباد میں نامعلوم افراد نے دو غیر مقامی مزدوروں کو گولی مار کر زخمی کردیا۔ضلع کے علاقے رکھ مومن میں پیش آیا۔ایک سینئر پولیس افسر نے بتایا کہ نامعلوم مسلح افراد نے شام کے وقت دو غیر مقامی مزدوروں پر فائرنگ کی جس سے زخمی ہوگئے۔ایک مزدور بعد میں ایک زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ہسپتال میں چل بسا۔غیر قانونی طور پر نظر بند حریت رہنما آسیہ اندرابی کی زیر قیادت دختران ملت نے بھارتی حکومت کی طرف سے غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے کالے قانون ”یواے پی اے“ کے تحت تنظیم پر پابندی کو دہلی ہائی کورٹ میں چیلنج کیا ہے۔ بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر میں خواتین کی معروف تنظیم دختران ملت پر بھارتی حکومت نے یواے پی اے کے تحت30دسمبر2004 کو پابندی عائد کی تھی۔تنظیم کی چیئرپرسن آسیہ اندرابی، جنہیں بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ادارے نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی نے2018میں ایک جھوٹے مقدمے میں گرفتار کیا تھا، اس وقت نئی دہلی کی تہاڑ جیل میں بند ہیں۔

14 نومبر2022ء۔۔میلبورن میں ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ کے فائنل میں آج انگلینڈ کے ہاتھوں پاکستان کی ہار کے بعد بھارتی ریاست بہار کے ضلع موگا کے ایک کالج میں ہندوانتہا پسند طلباء نے کشمیری طلباء پر حملہ کر کے متعدد کو زخمی کر دیا۔ ہندوطلبہنے پاکستان کی ہار کے فوراً بعد ضلع کے گاؤں گھل کلاں میں لالہ لاجپت رائے کالج آف انجینئرنگ اینڈ مینجمنٹ کے احاطے میں کشمیری طلباء پر حملہ کیا۔ حملے میں متعدد کشمیری طلباء زخمی ہوئے۔کشمیری طلبا نے کہا کہ ہندو طلباء نے دین اسلام کے خلاف بھی توہین آمیز جملے استعمال کیے۔

15 نومبر2022ء۔۔ بھارتی پولیس نے سرینگر میں چار بے گناہ کشمیری نوجوانوں کو گرفتار کرلیا۔ پولیس نے کالے قانون کے تحت گرفتار نوجوانوں پر تحریک آزادی سے وابستہ ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔سرینگر شہر سے ایک نامعلوم شخص کی لاش برآمد ہوئی ہے۔لاش شہر کے علاقے صورہ سے برآمد ہوئی ہے اور اس کے جسم پر گولی کا نشان ہے۔لاش بظاہر بھارت سے تعلق رکھنے والے کسی مزدور کی لگتی ہے۔سرینگر میں ایک بھارتی فوجی اہلکار اکشے بارسنگھ دل کا دورہ پڑنے کے دوران ہلاک ہوگیا۔